# ملازمت پیشہ خواتین کا دائرہ کار اور دورانِ ملازمت پردہ کے احکام

## ( مقالہ برائے تخصص فی الفقہ والافتاء)

[سیشن2014ء]


مقالہ نگار:

انعام الدین

رول نمبر

1015

نگرانِ مقالہ:

ڈاکٹر عبد الحی ابڑو

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد


شعبہ تخصص

مرکز تعلیم و تحقیق اسلام آباد

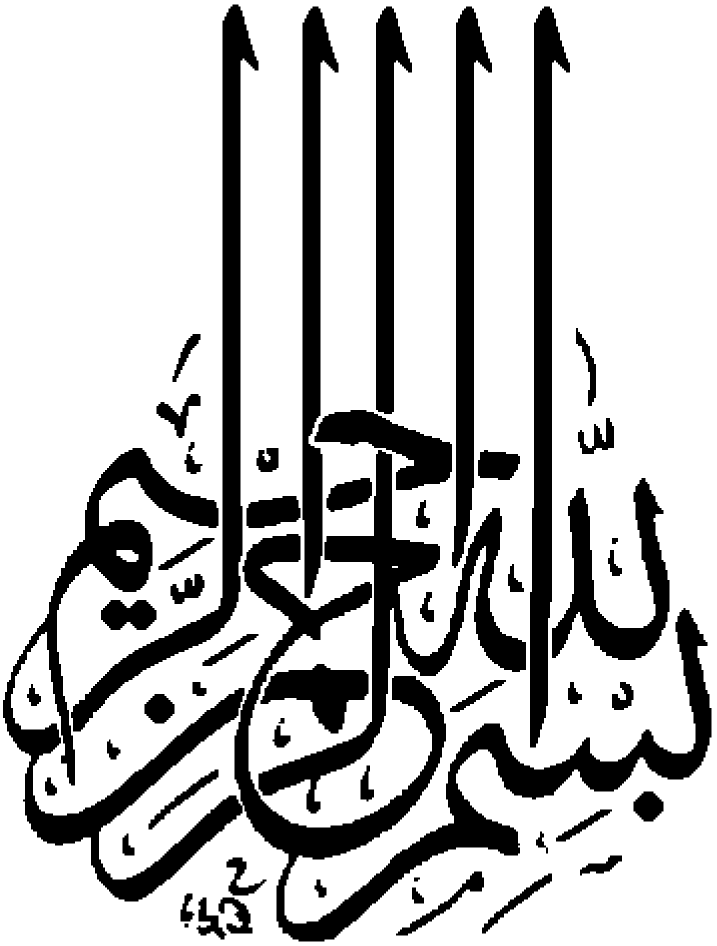
بسم الله الرحمن الرحيم

# فہرست عنوانات


| صفحہ نمبر | عنوان | نمبر شمار |
|---|---|---|
| 5 | اظہارِ تشکر | 1 |
| 6 | مقدمہ | 2 |
| 6 | موضوعِ تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت | 3 |
| 7 | سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ | 4 |
| 8 | اہدافِ تحقیق | 5 |
| 8 | منہجِ تحقیق | 6 |
| 9 | خاکہ تحقیق | 7 |
| 10 | عورت کا معنٰی و مفہوم | 8 |
| 10 | عورت کے مختلف نام | 9 |
| 12 | **عورت مختلف مذاہب میں** | 10 |
| 12 | یونان اور عورت | 11 |
| 15 | روم اور عورت | 12 |
| 17 | یورپ اور عورت | 13 |
| 19 | ایران میں عورت کی حیثیت | 14 |
| 20 | یہودیت اور عورت | 15 |
| 21 | عیسائیت اور عورت | 16 |
| 23 | ہندومت اور عورت | 17 |
| 24 | بدھ دھرم اور عورت | 18 |
| 25 | آریہ دھرم اور عورت | 19 |
| 25 | عرب اور عورت | 20 |
| 30 | عورت اسلام کی نظر میں | 21 |
| 37 | عورت کے فطری فرائض | 22 |
| 39 | اسلام کا قانونِ پردہ و حجاب اور شرائطِ لباس | 23 |
| 47 | عورت کا لباس | 24 |
| 49 | عورت کا دائرہ کار | 25 |

| | | |
|---|---|---|
| 58 | خواتین میدانِ کسبِ معاش میں | 26 |
| 61 | خواتین میدانِ طبابت میں | 27 |
| 65 | **عورت کے فکرِ معاش کے اسباب** | 28 |
| 65 | بیوگی، بے سہارگی اور شوہر سے مالی تعاون | 29 |
| 67 | متعین معاشی حقوق سے محرومی | 30 |
| 69 | اختلاط کے شرعی حدود | 31 |
| 75 | ملازمت پیشہ خواتین اور پردہ | 32 |
| 81 | فتوٰی یوسف القرضاوی | 33 |
| 83 | کنیزوں کا شرعی لباس | 34 |
| 90 | ملازمت پیشہ خواتین، لونڈی اور پردہ | 35 |
| 93 | آخر الذکر مسئلے پر انٹرویوز اور سروے | 36 |
| 94 | خلاصہ بحث | 37 |
| 96 | مصادر و مراجع | 38 |

# اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے اس مقالے کو مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔اور اس کے بعد میں جمعیت طلبہ عربیہ پاکستان (مدارسِ دینیہ میں طالبانِ علومِ نبوّت کی مربی تنظیم) کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ مربیّینِ عربیہ نے مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے دوسالہ "تخصص فی الفقہ والإفتا" کا اہتمام کرتے ہوئے مرکز تعلیم و تحقیق کی بنیاد رکھی۔اور میں اس ادارے میں پڑھانے والے اپنے معزز اساتذہ کرام ڈاکٹر حافظ حبیب الرحمان (مدیر مرکز تعلیم و تحقیق) ڈاکٹر عصمت اللہ،ڈاکٹر شاہد رفیع، مصباح الرحمان یوسفی اور خاص طور پر ڈاکٹر عبدالحی ابڑو (نگرانِ مقالہ) کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ ان کی علمی رہنمائی نے میرے حوصلے بڑھائے ،جس کی بدولت یہ مقالہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔

اسی طرح میں اپنے تمام دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اس مقالے کو بہتر بنانے کے لئے اپنی بہترین آرا سے نوازا اور بعض اہم مصادر کی نشاندہی بھی کی، خصوصاً میں اپنے دوست بلال مہر کا مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالے کی پروف ریڈنگ میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس مقالے کی تیاری میں کسی بھی طرح میرا ساتھ دیا۔ آمین

انعام الدین ترابی

# مقدمہ

## ملازمت پیشہ خواتین کا دائرہ کار اور دورانِ ملازمت پردہ کے احکام

### موضوعِ تحقیق کا تعارف، اور ضرورت واہمیت

اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر مختلف قسم کے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور ہر قسم کے مخلوقات کے لیے خاص خاص فرائض مقرر کیے ہیں اور ان میں سے ہر قسم کو ان کے فرائض کو مدّ نظر رکھتے ہوئے خاص قسم کی قابلیت اور صلاحیت واستعداد بخشی ہے تا کہ وہ اپنے اس فرض کو بجالانے میں کوئی دشواری محسوس نہ کریں، مثلاً اونٹ کی غذا جنگل کی خاردار گھاس ہے اس لیے اس کو ویسی زبان اور دانت بخشے گئے ، شیر کی غذا دوسرے زندہ حیوان ہیں اس لیے اس کے پنجے نہایت سخت اور نوکدار بنائے گئے جو ایک ہی وار میں اپنے لیے غذا مہیّا کر سکتا ہے۔

عورت کے طبعی فرائض نوعِ انسانی کی تکثیر اور اس کی حفاظت وتربیت ہے تو اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس عظیم فرض کی بجا آوری کے لیے اس کے مطابق اعضاء اور صلاحیت واستعداد بخشی ہے، پس اس حقیقت سے اس کا قدرتی فرض یہ ہے کہ اس اہم فرض کی بجا آوری کے لیے ہمیشہ کوشش کرتی رہے۔

مرد وزن کو اللہ تعالیٰ نے دو مختلف اجناس میں پیدا کیا ہے تو ان کے دائرہ کار بھی مختلف ہیں، عورت کا کام اندرونِ خانہ جب کہ مرد کا کام چوکٹ سے باہر کی زندگی میں اپنے اہل وعیال کے لیے تلاشِ رزق ہے۔

لیکن اس زمانے میں عورت نے گھر کی چہار دیواری سے باہر قدم رکھا ہے، جہاں بہت سی ضروریاتِ زندگی نے اسے گھر سے باہر قدم رکھنے پر مجبور کیا ہے وہاں مختلف خواتین رزق کمانے کے لیے نوکریاں اور ملازمتیں کرتی رہتی ہیں تا کہ وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کے لیے دو وقت کی روٹی کما سکے حالانکہ یہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔

اب بات یہ ہے کہ عورت مکمل چھپانے کی چیز ہے، لیکن جب یہ باہر کی زندگی میں مردوں کے درمیان رزق تلاش کرنے کے لیے قدم رکھے گی تو ظاہر ہے ان حالات میں وہ شریعت کی حدود سے باہر قدم رکھ سکتی ہے اس لیے ان ملازمتوں میں سے بعض کی تو ضرورتاً اجازت دی جاسکتی ہے جہاں شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو، لیکن بعض نوکریاں ایسی ہیں جہاں عورت شریعت کی حدود میں رہنے سے قاصر ہوتی ہے اور بسا اوقات تو نہ چاہتے ہوئے بھی عورت بے پردہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی یہ نوکری اس کی عزت کے لیے بھی خطرہ بن جاتی ہے، تو اس مقالے میں ان شاء اللہ اس بات کی پوری طرح وضاحت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ عورت ہے کیا؟ اس کی فطری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اگر وہ باہر کی دنیا میں آکر ملازمت کرنا چاہے تو کونسی ملازمت کر سکتی ہے؟ اور کہاں کہاں شریعت کی نظر میں اس کے لیے ملازمتوں کے دروازے بند ہیں؟

اسی سلسلے کی ایک اور کڑی ورکنگ وومن ( working women ) کے لیے دوران ملازمت پردے کی ہے، پردے کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو آج کل کے زمانے میں چہرہ مکمل پردے میں ہونا چاہئے کیونکہ یہی حسن وقبح کا مرکز و محور ہے، اور اسی کی وجہ سے پورا معاشرہ خصوصاً نوجوان طبقہ بڑے مسائل کا شکار ہے، اور اسی وجہ سے آج کل جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔۔

توجو خواتین جاکر کسی کے گھر میں کام کرتیں ہیں سارا دن ان کا وہیں گزر جاتا ہے، وہاں پر کھانا پکانا، صفائی، دھلائی کے علاوہ مارکیٹ سے اشیاء خوردونوش لانے کے ساتھ ساتھ اپنے مالک کے مہمانوں کو سنبھالنا پڑتا ہے، ان کے لیے چائے پانی اور کھانا لگوانا ہوتا ہے، علاوہ ازیں اس گھر میں مالک کے بیٹے، بھائیوں کے علاوہ متعدد غیر محرم مرد ہوتے ہیں۔ تو ظاہر ہے ایسے حالات اور ایسی جگہ میں عورت کے لیے چہرہ اور ہاتھوں بلکہ سر ڈھانپنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔۔

توکیا اس قسم اور اس جیسی اور ورکنگ وومن جو مختلف دفاتر، فیکٹریوں وغیرہ میں کام کرتی ہوں ان کے لیے پردے میں کچھ نرمی ہو سکتی ہے جس طرح خیر القرون کی ورکنگ وومن (لونڈیوں) کے لیے تھی؟

اسی سوال کا جواب اس مقالے میں مطلوب ہے جس کو راقم بعض نصوص کے علاوہ مختلف مشاہیر علماء جو علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے بھی آراستہ ہو، اور بعض باپردہ ورکنگ وومن کے انٹرویوز کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کریے گا۔۔اِن شاءاللہ

## سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

ملازمت پیشہ خواتین اور دوران ملازمت ان کے پردے کے حوالے سے ابھی تک کسی نے کچھ خاص نہیں لکھا جس کی آج کل کے دور میں ضرورت ہے کیونکہ ہزاروں کی تعداد میں خواتین صبح ہوتے ہی تلاش رزق میں نکل جاتی ہیں، البتہ بعض علمائے کرام نے جزوی طور پر اس مسئلے پر بحث کی ہے اور مسلمان عورت کو اپنا موضوع بحث بنا کر بہت کچھ لکھا بھی ہے، جس میں ان کے پردے اور حجاب کے علاوہ ان کی ذمہ داریوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

ان حضرات میں سے ایک شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہیں جن کا ایک چھوٹا سا کتابچہ۔۔ مسلمان عورت کا پردہ اور لباسِ نماز۔۔کے نام سے ہے، اس رسالے میں عورت کے لیے نماز پڑھتے وقت کس طرح کا لباس زیب تن کرنا چاہیے اس کا ذکر موجود ہے، اس کے علاوہ نماز اور نماز کے باہر کے پردے میں فرق کی وضاحت بھی کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح مولانا ابوالکلام آزادؒ نے فرید وجدی کی عربی تصنیف۔۔المرأۃ المسلمۃ۔۔کا اردو ترجمہ کیا ہے، جو کہ ''مسلمان عورت'' کے نام سے موجود ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے یہ بتایا ہے کہ عورت کیا ہے؟ کیا عورتوں کو پردہ کرنا چاہیے؟ کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ اس کے علاوہ اسی طرح متعدد پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔۔

اسی طرح مولانا مودودیؒ کی کتاب ''پردہ'' بھی اس موضوع میں بے مثال ہے۔

اس کے علاوہ متعدد علماء نے مختلف پہلوؤں پر کام کیا ہے،،،البتہ جو کمی رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان ملازمتوں کی نشان دہی کی جائے جو شرعی نقطہ نظر سے عورت کیلیے جائز نہیں ہے، اگر کوئی ملازمت جائز ہے بھی تو کن شرائط اور کن قیود کے ساتھ ؟ کیا دوران ملازمت عورت کے لیے ہاتھ ، چہرے کا پردہ ضروری ہے جس کو ظاہر کیے بغیر چارہ ہی نہیں؟ کیا ان ورکنگ وومن (لونڈیوں) کے لیے پردے میں جو چھوٹ تھی وہ آج کل کے ورکنگ وومن کے ہو سکتی ہے ؟

ان تمام سوالات کے جوابات ابھی باقی ہیں، اسی کمی کو ان شاءاللہ اس مقالے میں اچھی طرح وضاحت کے ساتھ پوری کی جائیگی۔

## اہداف تحقیق

- زیر بحث مقالہ کے اہداف حسب ذیل ہیں:
- خواتین کے لیے شرعاً جائز ملازمتوں اور نوکریوں کی نشاندہی۔
- جو نوکریاں ان کے لیے شرعاً جائز نہیں ہے ان کی بھی نشاندہی۔
- عورت کے قدرتی فرائض کیا ہے ؟ ان کی نشان دہی۔
- دوران ملازمت عورت کے لیے پردے کا مسئلہ۔
- آخر الذکر مسئلے کے لیے نامور اسلامی اسکالرز کے انٹرویوز۔

## منہج تحقیق

اس تحقیق میں درجہ ذیل امور کو مد نظر رکھا جائے گا:

- حوالہ جات کے لیے بنیادی مصادر کی طرف رجوع۔
- بنیادی مآخذ کی عدم دستیابی یا عدم رسائی کی صورت میں ثانوی مآخذ کی طرف رجوع۔
- بعض مقامات پر مکتبہ الشاملہ سے استفادہ۔
- حوالہ جات کو ذکر کرتے وقت صاحبِ کتاب کی تاریخ وفات و پیدائش کا اندراج۔

# خاکہ تحقیق

اس تحقیق میں درجہ ذیل خاکہ کے مطابق تحقیق کا عمل مکمل کیا گیا ہے:

عورت کا معنٰی و مفہوم۔

عورت کا مقام و مرتبہ مختلف مذاہب میں۔

عورت اسلام کی نظر میں۔

عورت کے قدرتی فرائض؟۔

اسلام کا قانونِ پردہ و حجاب۔۔اور شرائطِ لباس۔

خواتین کا دائرہ کار۔

خواتین میدانِ کسبِ معاش میں۔

عورت کے فکرِ معاش کے اسباب۔

اختلاط (عورتوں اور مردوں کا ساتھ مل کر کوئی کام انجام دینا) کی شرعی حدود۔

ورکنگ وومن اور پردہ۔

فتویٰ یوسف القرضاوی۔

کنیزوں کا شرعی لباس۔

ملازمت پیشہ خواتین، لونڈی اور پردہ۔

آخر الذکر مسئلے پر مختلف اسلامی سکالرز کی انٹرویوز۔

خلاصہ بحث۔

مصادر و مراجع۔

## عورت کا معنٰی و مفہوم

ہمارا موضوع چونکہ پردہ کے حوالے سے ہے اس لیے عورت کی لغوی معنٰی بھی انسان کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو چھپانا لازم ہو یعنی ''شرمگاہ'' جس کا کھولنا باعثِ شرم ہو یعنی اس کا مطلب پردہ پوشی یا ستر پوشی ہے۔یعنی پردہ عورت کے فطرت میں داخل ہے۔

## مفہوم

عورت ایک خوبصورت، نرم، نفیس مرکب کا نام ہے جس کو چھپا کر رکھنا چاہیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اتنی تسکین دہ خصوصیات ہیں تو چھپایا کیوں جائے؟ اللہ تعالیٰ نے پھلوں میں تسکین و طراوت رکھی ہے تو اس کو بھی ایک خول میں چھپا دیا ہے جس کو ہم چھلکا کہتے ہیں۔

اگر درختوں پر بغیر چھلکے کے پھل لگنے لگیں تو ان میں وہ ذائقہ اور مزہ ختم ہو جائیگی اور یہ خشت و سخت ہو جائیں گے۔

اسی طرح عورت ایک نازک اور نرم ہستی ہے اگر اس کو اس طرح چھوڑ دیا جائے تو اس میں بھی تسکین کا عنصر ختم نہیں تو کم ضرور ہو گا، چھپے رہنے میں اس کی نرمی و نزاکت قائم رہتی ہے جو تسکین کا باعث ہے۔ ایک اور مفہوم یہ ہے کہ عورت میں تخلیقی قوت قدرتی طور پر موجود ہے۔ تخلیق خلوت چاہتی ہے اور خلوت پردے میں ہوتی ہے

علّامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

''ہر تخلیق کرنے والی ہستی کو خلوت کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے خالقِ کائنات بھی پس پردہ جلوہ فرما ہے اور عورت کے لیے بھی اس نے خلوت پسند کیا ہے تاکہ وہ تخلیق کی تعمیر یکسوئی سے کر سکے'' [1]

## عورت کے مختلف نام

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں ہر ملک و قوم کی زبان میں عورت کے لیے مختلف نام استعمال ہوتے رہے ہیں۔ انگریزی زبان میں عورت کو woman ''وومن'' کہا جاتا ہے اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اصل لفظ womb man ''وومب مین'' یعنی رحم والا مرد۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انگریزی میں وومن کی قدیم شکل'' وائف مین'' تھی جو بعد میں بگڑ کر وومن ہو گئی۔ فارسی میں عورت کو زن کہا جاتا ہے اور

---

[1] عورت۔مصائب۔وجوہات۔نفسیات:ص15

ہندی میں ناری یا استری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عرب میں عورت کو امراۃ کہتے ہیں جس کا خلاف القیاس جمع نساء ہے۔ اسی طرح ہر قوم کی زبان میں اس کے مختلف نام استعمال ہوتے رہتے ہیں۔

بہر حال ایک بات واضح ہے کہ ہر دور میں ہر قوم نے عورت کے لیے ایک نام استعمال کیا ہے جو عورت کے بارے میں اس کے مخصوص نظریات کا ترجمان تھا جس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کسی خاص قوم کا عورت کے بارے میں کیا نظریہ تھا وہ اپنے قومی زندگی میں اسے کیا مقام دیتے تھے [2] ۔ آگے اِن شاءاللہ اس پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

---

[2] عورت۔ مصائب۔ وجوہات۔ نفسیات: ص 20

# عورت مختلف مذاہب میں

اس وقت زمین کے مختلف حصوں پر اربوں انسان پائے جاتے ہیں۔ اُن کی صدہاں زبانیں ہیں۔ ان کے رہنے سہنے، کھانے پینے، شادی بیاہ اور خوشی و غم کے بے شمار طریقے ہیں۔ سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق نوعِ انسانی کی عمر دولاکھ سال سے زائد ہے۔ اس لمبی مدّت میں انسان کو کن حالات و مسائل کا سامنا کرنا پڑا؟ موجودہ حالت تک کن مراحل سے گزر کر اس نے رسائی حاصل کی؟ کہاں کہاں اس کی آبادیاں تھیں؟ وہ کتنی قوموں اور قبیلوں میں بٹا ہوا تھا؟ اس نے کب کس قسم کی صنعت ایجاد کی؟ کیا اس نے وحشت و بربریت سے تہذیب و تمدن کی طرف ترقی کی یا اس سے پہلے بھی وہ ترقی کے ادوار دیکھ چکا ہے؟ یہ اور اس جیسے جتنے سوالات ہیں ان کے بارے میں کوئی قطعی رائے نہیں دی جاسکتی، کیونکہ انسان اپنے ماضی سے بہت کم واقف ہیں، لیکن اس کے باوجود اتنی بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ انسان کے سفر کا آغاز عورت اور مرد کے اتحاد سے ہوا، اسی سے اس کی نسل پھیلی۔

مرد و زن کا سفر ایک ساتھ شروع ہوجاتا ہے، دونوں اس سفر میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں، اور دونوں کو ایک دوسرے کی اشد ضرورت بھی ہے، لیکن مظلومیت صرف صنفِ نازک کی مقدر بن گئی، جس کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اس کو جانوروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا حتّٰی کہ اس کو بعض اوقات ان حقوق سے بھی محروم رکھا گیا جن سے اس زمین پر سانس لینے والا ہر متنفّس بہرہ مند ہیں۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس پر تفصیلی بحث کی جائے البتہ مدّعا کو واضح کرنے کے لیے تاریخ سے کچھ مثالیں دی جائیں گی جس سے یہ بات کھل کر سامنے آجائیگی کہ انسانی تاریخ میں اقوامِ قدیمہ نے عورت کے ساتھ کتنا ناروا سلوک کیا، وہ تو اس بیچاری کو کبھی انسان ماننے کے لیے بھی تیار نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ عورت کا اُس معاشرے میں پیاز، ٹماٹر کی طرح خرید و فروخت ہورہی تھی۔ آخر کار اسلام ہی نے اس کو وہ درجہ عطاء کیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ آگے چل کر اس مزید روشنی ڈالی جائیگی۔

## یونان:

اقوام قدیمہ میں سے جس قوم کے افکار و آثار نمایاں نظر آتے ہیں وہ اہلِ یونان ہیں۔ تہذیب و تمدّن اور علمی و فنی ترقی کے باوجود ان کے زعم میں یہ صنف نازک تمام انسانی مصائب کا سبب ہے جس طرح یہود حضرت حوا علیہا السلام کے بارے میں یہ گمان رکھتے تھے، حضرت حوا کے متعلق اس غلط افسانے کی شہرت نے یہودی ور مسیحی اقوام کی نظر میں عورت کو ایک حقیر اور ذلیل ترچیز بنادیا، قریب قریب یہی اثر یونانی ذہن پر بھی ہوا تھا ان کی نظر میں عورت ایک ادنٰی درجہ مخلوق تھی۔ زندگی کی ہر پہلو میں عورت کو ایک گری مخلوق متصور کیا جاتا تھا اگر عزت کسی کی نصیب میں تھی تو وہ مرد تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان علوم کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ عورت کو معاشرت میں نسبتاً ایک بلند حیثیت دی گئی، وہ یونانی گھر کی ملکہ بن گئی، اور اس کے عمل کا دائرہ کار گھر تک محدود ہوا، اور ان حدود میں وہ پوری طرح بااختیار تھی، اسکی عصمت ایک قیمتی چیز تھی جسے قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، شریف یونانیوں میں پردے کا رواج عام تھا گھر میں بھی مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ جگہیں ہوتی تھیں، یونانی خواتین مخلوط محفلوں سے دور رہتی تھیں، نکاح کے ذریعے کسی ایک مرد سے وابستہ ہونا عورت کے لیے شرافت کا مرتبہ تھا اور یہی اس کی عزت تھی، یہ اس زمانے کی بات ہے جب یونان قوم غالب تھی اور پورے زور کے ساتھ ترقی کی جانب گامزن تھی۔ اس دور میں بھی اخلاقی کمزوریاں تھیں لیکن ایک دائرے میں۔ یونانی عورتوں سے اخلاق کی جس پاکیزگی اور طہارت و عصمت کا مطالبہ کیا جاتا تھا اس سے مرد مستثنٰی تھے ان کے مردوں سے نہ اس کا مطالبہ تھا اور نہ اخلاقاً کسی سے یہ توقع تھی۔

رفتہ رفتہ اہل ہونان پر نفس پرستی اور شہوانیت کا غلبہ شروع ہوا اور اس دور میں بیسوا طبقہ کو وہ عروج نصیب ہوا جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ رنڈی کا کوٹھا یونانی سوسائٹی کے ادنٰی سے لے کر اعلٰی طبقوں تک ہر ایک کا مرکز و مرجع بنا ہوا تھا۔ فلاسفہ، شعراء، مورخین، اہل ادب اور ماہرین فنون، غرض تمام سیارے اسی آفتاب کے گرد گھومتے تھے۔ وہ نہ صرف علم و ادب کی محفلوں میں صدر نشین تھی، بلکہ بڑے بڑے سیاسی معاملات بھی اسی کے حضور میں طے ہوتے تھے۔ قوم کی زندگی اور موت کا فیصلہ جن مسائل کے ساتھ وابستہ تھا ان میں اس عورت کی رائے دقیع سمجھی جاتی تھی جس کی دوراتیں بھی ایک شخص کے ساتھ وفاداری میں بسر نہ ہوتی تھی۔ یونانیوں کے ذوقِ جمال اور حسن پرستی نے ان کے اندر شہوانیت کی آگ کو اور زیادہ بھڑکایا۔ وہ اپنے اس ذوق کا اظہار جن مجسموں (یا آرٹ کے عریاں نمونوں) میں کرتے تھے وہی ان کی شہوانیت کو اور زیادہ ہوا دیتے چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ ان کے ذہن سے یہ تصور ہی ختم ہو گیا کہ شہوت پرستی بھی کوئی اخلاقی عیب ہے۔ ان کا معیار اخلاق اتنا بدل گیا تھا کہ بڑے بڑے فلاسفہ اور معلمینِ اخلاق بھی زنا اور فحش میں کوئی قباحت اور کوئی قابل مذمت چیز نہ پاتے تھے۔ عام طور پر اہل یونان نکاح کو ایک غیر ضروری رسم سمجھنے لگے تھے اور نکاح کے بغیر مرد اور عورت کا تعلق بلکل معقول سمجھا جاتا تھا جسے کسی سے چھپانے کی ضرورت نہیں تھی

"**کام دیوی**" کی پرستش تمام یونان میں پھیل گئی جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک دیوتا کی بیوی ہوتے ہوئے اس نے تین مزید دیوتاوں سے آشنائی رکھی تھی۔ اس کے پیٹ سے محبت کا دیوتا کیوپیڈ پیدا ہوا، جو اس دیوی صاحبہ اور اس کے غیر قانونی دوست کے لگاوٹ کا نتیجہ تھا۔ یہ اس قوم کی معبودہ تھی، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو قوم ایسے لوگوں کو نہ صرف آئڈیل بنائے بلکہ اس کو معبود تک کا درجہ دے تو ایسی قوم کے معیارِ اخلاق کی پستی کا کیا عالم ہو گا؟[3]

[3] پردہ۔۔ ص19,20

اہلِ یونان عورت کے بارے میں ایسے ایسے تصوّرات رکھتے تھے جن کو سن کر ہنسی آتی ہے ، ان کا قول تھا کہ " آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔[4]

پنڈورا نامی ایک عورت کے بارے میں ان کا اعتقاد تھا کہ وہی تمام آفات و مصائب کی جڑ ہے۔ ایک یونانی ادیب کہتا ہے کہ " دو مواقع پر عورت مرد کے لیے باعثِ مسرّت ہوتی ہے ایک تو شادی کے دن، دوسرے اس کے انتقال کے دن۔[5]

**لیکی نے اپنی کتاب " تاریخ اخلاقِ یورپ " میں لکھا ہے:**

بحیثیتِ مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ غایت پست تھا،اس کی زندگی غلامی میں بسر ہوتی تھی۔ لڑکپن میں اپنے والدین، جوانی میں اپنے شوہر، بیوگی میں اپنے فرزندوں کی وراثت میں، اس کے مقابلے میں مرد کا حق ہمیشہ راجح سمجھا جاتا تھا۔ طلاق کا حق اسے قانوناً ضرور حاصل تھا تاہم عملاً وہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی کیونکہ عدالت میں اس کا اظہار یونانی ناموس و حیا کے منافی تھا۔۔۔ افلاطون نے بلاشبہ مرد و عورت کے مساوات کا دعوٰی کیا تھا لیکن یہ تعلیم محض زبانی تھی عملی زندگی اس سے بلکل غیر متاثر رہی ۔شادی کا مقصد صرف سیاسی رکھا گیا یعنی یہ کہ اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظتِ ملک کے کام آئے،[6]

اور سپارٹا کے قانون میں تو یہ تصریح بھی تھی کہ کمسن یا ضعیف القوٰی شوہروں کو اپنی بیویاں کسی نوجوان کے عقد میں دینا چاہیے تاکہ فوج میں قوی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔

شہوت پرستی کا یہ عالم ہوا کہ یونانی قوم میں عملِ قومِ لوط ایک وبا کی طرح پھیلا اور مذہب و اخلاق نے بھی خیر مقدم کیا۔ تو اسی طرح انہوں نے فطرت کے راستے سے تجاوز کر کے خلافِ وضع فطرت میں تسکین کی جستجو کرنا شروع کر دیا۔[7]

ان تمام اعمالِ بد کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ یونان صفحہ ہستی سے مٹ گئے ان کو پھر زندگی کا کوئی دوسرا دور نصیب نہیں ہوا۔

---

[4]۔ صحابیات۔ ص 11 )

[5]۔ عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص 20)

[6]۔ تاریخ اخلاقِ یورپ۔ ص 250)

[7] پردہ۔ اسلامک پبلی کیشنز۔ جون 2012۔ ص 20 )

## روم:

یونانیوں کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا وہ اہلِ روم تھے۔ رومی لوگ وحشت کی تاریکی سے نکل کر جب تاریخ کے روشن منظر پر نمودار ہوتے ہیں تو ان کے نظامِ معاشرت کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنے خاندان کا سردار ہے، اسے اپنے بیوی بچوں پر پورے مالِکانہ حقوق حاصل ہیے۔ بلکہ بعض حالات میں وہ بیوی کو قتل کر دینے کا اختیار بھی رکھتا ہے ۔[8]

روم میں مرد کی حکومت عورت پر جابرانہ تھی، عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی، جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہ تھا یہاں تک کہ اسے حق وراثت بھی نہ دیا گیا۔[9]

چوپایوں کی طرح اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔[10]

اسے شوہر کی ملکیت قرار دیتے تھے اور مجملہ جائیداد منقولہ کی طرح اسے بھی اس میں شمار کرتے تھے۔[11]

اسے کسی عہدے کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ کسی معاملے میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔[12]

اہلِ روم کے زمانہ عروج میں یونان کی طرح پردے کا رواج تو نہ تھا، مگر عورت اور جوان نسل کو خاندانی نظام میں کس کر رکھا گیا تھا۔ عصمت وعفت خصوصاً عورت کے معاملہ میں ایک قیمتی چیز تھی اور اسے معیارِ شرافت سمجھا جاتا تھا، عورت اور مرد کے تعلق کی جائز اور شریفانہ صورت نکاح کے سوا کوئی نہ تھی، ایک عورت اسی وقت عزت کی مستحق ہو سکتی تھی جب کہ وہ ایک خاندان کی ماں ہو،

تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ اہلِ روم کا نظریہ عورت کے بارے میں بدلتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ نکاح وطلاق کے قوانین اور خاندانی نظام کی ترکیب میں اتنا تغیر رونما ہوا کہ صورتِ حال سابق حالات کے بلکل برعکس ہو گئی۔ نکاح محض ایک قانونی معاہدہ بن کر رہ گیا، ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں کو بہت ہلکا سمجھا جانے لگا، طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا۔ مشہور رومی فلسفی و مدبر

---

[8]۔ پردہ۔ ص 20 )

[9]۔ تمدّنِ عرب۔ از ڈاکٹر گستاولی بان۔ ص458

[10]۔ معارف القرآن از مفتی محمّد شفیعؒ ج1 ص 548

[11]۔ عورت اسلامی معاشرے میں۔ ص4)

[12]۔ اسلام اور عورت از عبد القیوم ص 25)

**سنیکا**(۴ق۔م تا۶۵) سختی کے ساتھ رومیوں کے کثرتِ طلاق پر ماتم کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ" اب روم میں طلاق کوئی بڑی شرم کے قابل چیز نہیں رہی، عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔'' اس دور میں عورت یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کرتی جاتی تھی۔[13]

**مارشل**(۴۳ء تا ۱۰۴ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی۔

**جووینل**(۶۰ء تا ۱۳۰ء) ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے۔

**سینٹ جروم**(۳۴۰ء تا ۴۲۰ء) ان سب سے زیادہ ایک باکمال عورت کا حال لکھتا ہے جس نے آخری تیسواں شوہر کیا تھا اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی۔

اس دور میں عورت اور مرد کے غیر نکاحی تعلق کو معیوب سمجھنے کا خیال دلوں نکلتا چلا گیا، یہاں تک کہ بڑے بڑے معلّمینِ اخلاق بھی زنا کو ایک معمولی چیز سمجھنے لگے۔

**اپکٹیٹس** جو اہلِ روم میں سخت اخلاقی اصول رکھنے والا سمجھا جاتا تھا، اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے کہ " جہاں تک ہو سکے شادی سے پہلے عورت کی صحبت سے اجتناب کرو۔ مگر جو اس معاملہ میں ضبط نہ رکھ سکیں انہیں ملامت بھی نہ کرو۔

اخلاق اور معاشرت کا جب یہ حال ہوا تو روم میں شہوانیت، عریانی، اور فواحش کا سیلاب پھوٹ پڑا۔ بے حیائی اور عریانی کے مظاہرے ہونے لگے۔ ننگی اور نہایت فحش تصویریں ہر جگہ کے حسن کو چار چاند لگاتیں۔ معزز خاندانوں کی عورتیں پیشہ ور طوائف بننے کے شوق میں باہر آگئیں جس کے سد باب کے لیے قانون نافذ کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ فلورا نامی ایک کھیل رومیوں میں نہایت مشہور ہوا کیونکہ اس میں برہنہ عورتوں کی دوڑ ہوا کرتی تھی۔ عورتیں اور مرد بر سرِ عام یک جا غسل کرنے لگیں۔[14]

**مصنف لیکی رومی عورت کے بارے میں لکھتا ہے:**

"عورت کا مرتبہ رومی قانون نے ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔ افسرِ خاندان جو باپ ہوتا یا شوہر، اسے اپنے بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا اور عورت کے بارے میں جب چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔ جہیز یا دلہن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ

---

[13] پردہ۔ ص22, 23)

[14] پردہ۔ اسلامک پبلی کیشنز۔ جون 2012۔ ص 23)

تھی اور باپ کو اس کا اس قدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے۔ بعد میں یہ حق باپ سے شوہر کی طرف منتقل ہوا، شوہر کے اختیارات تو اس حد تک پہنچ گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔[15]

بہیمی خواہشات سے اس قدر مغلوب ہونے کے بعد روم کا قصرِ عظمت ایسا پیوند خاک ہوا کہ پھر اس کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہی۔

## یورپ اور عورت

یورپ اس وقت مساواتِ مرد وزن کا سب سے بڑا دعویدار ہے۔ لیکن اسی یورپ میں ایک صدی سے کچھ پہلے تک عورت مرد کے ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ اور اس ظلم کے خلاف کوئی قانون نہیں تھا۔

شاہ انگلستان ہنری ہشتم نے تو عورتوں کے لیے مذہبی تعلیم حاصل کرنا اس بنیاد پر قانوناً منسوخ قرار دیا تھا

"چونکہ عورت ایک نازک حیوان ہے اس لیے عہد نامہ جدید یعنی انجیل مقدس کے پڑھنے کی بھی اجازت نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنے مطالعے سے اسے ناپاک کردے گی۔[16]

انگلستان کی عورت کی حالت بھیڑ بکری سے کسی طرح اچھی نہ تھی، اور شوہر کو بیوی پر بالکل ایسے ہی حقوق حاصل تھے جو آجکل کے زمانہ میں ہم لوگوں کو جانوروں پر بھی حاصل نہیں ہیں۔[17].

انگلستان میں یہ قانون تھا کہ شادی سے پہلے عورت کے ذمہ جو قرض ہو گا وہ مرد ادا کریگا، اور عورت کی جو مال وجائیداد یا دولت ہو گی وہ مرد کی ہو جائے گی اِلّا یہ کہ اپنی جائیداد کے سلسلہ میں عورت شادی سے پہلے کوئی معاہدہ کرلے۔[18]

---

[15] تاریخ اخلاقِ یورپ۔1932 ۔ص 261)

[16]۔ عورت انسانیّت کے آئینے میں۔ ص85

[17]۔ خاتونِ اسلام کا دستورِ حیات ۔ص 37

[18]۔ عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص 27

نان ونفقہ کا بھی کوئی مناسب قانون نہیں تھااور نہ عورت کو مرد کے خلاف کوئی مقدمہ دائر کرنے کا حق تھا۔ مرد چاہتا تو حقِ وراثت سے عورت کو محروم کر سکتا تھالیکن بیوی کی جائیداد کا وہ جائز حقدار سمجھا جاتا تھا۔

عورت کسی قسم کا معاملہ کرنے میں آزادنہ تھی۔ وہ اپنے اختیار سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی تھی، حتّٰی کہ اس کو اس کی بھی اجازت نہیں تھی کہ خود کما کر اپنی ذات پر خرچ کرے، اور اپنی پسند کی شادی کا تو تصور ہی نہیں تھا۔

لڑکیاں ماں باپ کی ملک سمجھی جاتی تھیں وہ جس سے چاہتے شادی کرتے۔ شادی ایک تجارت تھی جس کے ذریعہ والدین اپنی لڑکیاں لڑکوں کو فروخت کرتے تھے۔[19]

آزادی نسواں کا مشہور علم بردار **مل** لکھتا ہے۔

"تاریخ یورپ کو دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ باپ اپنی بیٹی کو جہاں چاہتا بیچ ڈالتا تھااور اس کی مرضی کی کچھ پروا نہ کرتا تھا۔[20]

"دین مسیح کے پھیلنے سے پہلے مرد مالک الکل کی حیثیت رکھتا تھا۔ مرد جب چاہتا عورت کو چھوڑ دیتا لیکن عورت کو کسی بھی صورت میں مرد سے علیحدگی کا اختیار نہیں تھا۔ انگلستان کے پرانے قوانین میں مرد کو عورت کا مالک کہا جاتا ہے بلکہ حقیقتاً وہ اس کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ شوہر کے قتل کا اقدام قانونی اصطلاح میں بغاوتِ ادنٰی کہلاتا تھا، اور اگر عورت اس کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا میں اس کو جلا دینے کا حکم تھا جو بغاوت کی سزا سے بھی زیادہ ہے۔ اور اب تک انگریزی قوانین میں بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں عورت گویا مرد کی زرِ خرید مانی جاتی ہے۔ اب بھی گرجا میں اس سے نکاح کے وقت تمام عمر شوہر کی اطاعت کا عہد لیا جاتا ہے۔ اور عمر بھر قانون کی رو سے وہ اپنا عہد پورا کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ شوہر کی مرضی کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر چاہے بھی تو اپنے لیے کوئی جائیداد پیدا نہیں کر سکتی اور اگر پیدا کرتی ہے تو وہ سب خود بخود شوہر کی ہو جاتی ہے۔[21]

فرانس کا ایک مشہور شاعر کہتا ہے:

---

[19]۔ عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص 27

[20]۔ محکومیّت نسوان بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں ص28

[21]۔ عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص 28

"میں فطرت سے صرف اس لیے ناراض ہوں کہ اس نے کمینہ جانور( عورت )کو محاسن محو کرنے کے لیے کیوں پیدا کیا۔[22]

"ڈیپارٹمنٹ آف لیبر" کے ایک سروے کے مطابق:

امریکی عورت عام طور پر مرد کے مقابلے میں کم مہارت اور کم تنخواہ کے کام کرتی ہے۔ کئی ملازمتوں میں وہ ایک ہی کام کے لیے مساوی تنخواہ نہیں پاتی۔ کسی کارخانے سے نکالنا ہو تو اس کا حال کالوں کا سا ہوتا ہے اس کو سب سے پہلے نکال دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ شادی کی عدمِ استحکام اور طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح ہے۔[23]

## ایران میں عورت کی حیثیت

ایرانیوں کے نزدیک مرد اور عورت کے متعلق جو تصوّر تھا وہ خود ان الفاظ سے ظاہر ہے جس سے وہ نامزد کیے جاتے تھے فارسی میں خاوند کو خصم کہتے ہیں یعنی عورت کا دشمن اور عورت کو زن کہتے ہیں یعنی ایسی بری ہستی جسے ہمیشہ ہی مارتے رہنا چاہیے ۔

ان کے نزدیک عورت کا مقام و مرتبہ انسانیت سے گرا ہوا تھا۔عورتوں کی مکاری و عیاری اور بد چلنی اور بے وفائی ضرب المثل تھی۔ انہیں معاشرے میں کوئی عزت کا مقام حاصل نہ تھا۔بیوی کی حیثیت کسی غلام کی سی تھی جب چاہتا تو کسی اور شخص کو دیتا، ایسی بیوی ان کے اصطلاح میں خدمت گزار کہلاتی تھی۔[24]

مرد ہر قسم کے اخلاقی، قانونی اور مذہبی گرفت سے بلکل آزاد تھا وہ جتنی بیویوں کو چاہتا طلاق دے سکتا تھا۔[25]

اخلاقی حالت اتنی شرمناک تھی کہ باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو زوجیّت میں لینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔[26]

---

[22]۔عورت اسلام کی نظر میں۔ص 39

[23]۔خاتونِ اسلام۔ص 59,60

[24]۔عورت انسانیّت کے آئینے میں۔ شیخ اکیڈیمی بُل روڈ لاہور۔1974۔ص 79,80

[25]۔اسلام اور مذاہبِ عالم از مظہر الدین صدیقی ص 208

[26]۔تاریخِ ایران از بدخشانی مقبول بیگ ص 190

ایرانی مفکّر مزدک نے یہ سمجھا کہ شر وفساد کا سبب مال اور عورت ہے اور ان کی ملکیّت پر لوگ لڑتے ہیں۔ اس لیے ان کی ملکیت ختم کر دینی چاہیے، اوران کو مباح قرار دیا جائے اس طرح لوگوں کا کینہ وفساد ختم ہو جائیگا۔ [27]

ڈولنجر نے اپنی کتاب "شرفاء اور یہود میں لکھتا ہے:

"عہدِ نبوی ﷺ میں ایران کی اخلاقی حالت دگرگوں تھی، شادی کا کوئی معروف قانون موجود نہیں تھا اور اگر کوئی قانون تھا بھی تو اس کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ "زنداوستا" میں بیوی کے بارے میں کوئی قانون نہ ہونے کی وجہ سے مرد کئی بیویاں رکھتے تھے اور دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات بھی ہوتے تھے [28]

## یہویت اور عورت:

یہودیت ایک قدیم مذہب ہے اس کے پیرو کا حضرت موسیٰ کو پیغمبر تسلیم کرتے ہیں، توریت ان کا مذہبی کتاب ہے۔ قرآن کی رو سے یہ اہلِ کتاب میں شامل ہیں

یہودیت کا شمار دنیا کے ان مذاہب میں ہوتا ہے جنہوں نے چند عقائد و نظریات ہی پیش نہیں کیے بلکہ زندگی کے عملی مسائل سے بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ ایسے ایک مذہب سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ عورت کے بارے میں حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کرے گا، لیکن وہ ہمارے سامنے یہ تصور لاتا ہے کہ مرد نیک کردار ہے اور عورت مکار۔ نسلِ انسانی کے پہلے فرد حضرت آدمؑ جنت میں عیش وراحت کی زندگی بسر کر رہے تھے کیونکہ وہ خدا کے فرمان بردار تھے لیکن ان کی بیوی حوّاؑ نے انہیں سب سے پہلے خدا کی نافرمانی پر اکسایا، اور ان کو ایک ایسا پھل کھلایا جس کے کھانے سے خدا نے انہیں روکا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا کی نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے اور ان کو مشقت وتکلیف کی زندگی نصیب ہوئی۔

عہد نامہ قدیم میں ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے دریافت کیا" کیا تونے اس درخت کا پھل کھایا جس کے بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ تو آدمؑ نے جواب دیا کہ "جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا"

تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا سے کہا:

---

[27]۔ اسلام کا معاشرتی نظام۔ الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب۔ جون 2005 ۔ ص 49

[28]۔ دی سپرٹ آف اسلام ص 227

"میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاوں گا، تو درد کے ساتھ بچہ جنے گی، اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی، اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔

دوسرے الفاظ میں حوّا نے آدمؑ کو گمراہ کر کے جس جرم کا ارتکاب کیا تھا خدا کی سے طرف اس جرم کی یہ سزا ملی کہ وہ حمل اور ولادت کی تکلیف میں مبتلا کی گئی، اور ہمیشہ کی طرح اس پر مرد کا اقتدار اور غلبہ قائم کر دیا گیا۔ اب قیامت تک مرد عورت پر حکومت کرے گا۔

یہی وہ سوچ اور نظریہ تھا جس نے عورت کو یہودیت میں حقیر سے حقیر تر بنادیا یہاں تک کہ یہودی قانون کی رو سے مرد وارث کی موجودگی میں عورت محروم ہو جاتی تھی۔ اسی طرح عورت کو دوسری شادی کا بھی حق نہیں تھا۔[29]

## عیسائیت اور عورت:

عورت کے ساتھ عیسائیت کی روش اور بھی ناپسندیدہ رہی ہے۔ اس نے اس مظلوم صنف کو جس قدر پستی میں پھینکا جا سکتا تھا پھینک دیا۔

عورت کے بارے میں مسیحیین جو نظریہ رکھتے تھے وہ انتہا پسندی کی بھی انتہا تھے۔

ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور جڑ ہے۔ مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کے لیے کافی ہے۔ اسے اپنے حسن وجمال پر شرمانا چاہیے۔ کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اسے دائماً اپنا کفارہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لائی ہے۔[30]

ترتولیاں (Tertullian) جو ابتدائی دور کے ائمہ مسیحیت میں سے تھا عورت کے متعلق مسیحی تصوّر کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجرِ ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی، اور خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضائع کرنے والی ہے۔[31]

**کرائی سوسٹم** (Chrysostom) جو مسیحیت کے اولیائے کبار میں شمار کیا جاتا ہے، عورت کے بارے ب میں کہتا ہے:

---

[29]۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا

[30]۔ پردہ۔ ص 24

[31] اسلام کا معاشرتی نظام۔ ص 466,467)

"عورت ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے"

**نپولین** کی رائے یہ تھی کہ عورت فطرت کی طرف سے مرد کے لیے ایک عطیہ ہے تاکہ بچے پیدا کرے، اور عورت ہماری مِلک ہے ہم عورتوں کی مِلک نہیں۔

**سقراط** کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی کوئی چیز نہیں ہے، وہ ایک زہریلا درخت ہے جو بظاہر بہت خوبصورت ہوتا ہے لیکن اگر اس کو چڑیا کھالیتی ہے تو مر جاتی ہے۔

**ڈاکٹر اسپرنگ** نے اپنے کتاب میں لکھا ہے کہ ۱۵۰۰ء میں عورتوں کو سزا دینے کے لیے انگلستان میں ایک خاص مجلس وضع کی گئی جس میں عورتوں پر ظلم کے لیے جدید قانون وضع کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے نولاکھ عورتوں کو زندہ جلادیا۔

ان کا دوسرا نظریہ یہ تھا کہ عورت اور مرد کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابلِ اعتراض چیز ہے، خواہ وہ نکاح ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو۔ لوگ ازدواج سے پرہیز کرنے کو تقویٰ، تقدس اور بلند اخلاق کی علامت سمجھنے لگے۔ پاک مذہبی زندگی بسر کرنے کے لیے یہ ضروری ہوگیا کہ یا تو آدمی نکاح ہی نہ کرے، اگر نکاح کر لیا ہو تو میاں اور بیوی ایک دوسرے سے زن و شو کا تعلق نہ رکھیں۔ متعدد مذہبی مجلسوں میں یہ قوانین مقرر کیے گئے کہ چرچ کے عہدیدار علیحدگی میں اپنی بیویوں سے نہ ملیں۔ میاں اور بیوی کی ملاقات ہمیشہ کھلی جگہ میں ہو اور کم از کم دو غیر آدمی موجود ہوں۔ ازدواجی زندگی کے نجس ہونے کا خیال طرح طرح سے مسیحیوں کے دلوں میں بٹھایا جاتا تھا۔ پردہ

کلیسانے عورت کی حیثیت کو یہاں تک گرادیا کہ 581ء میں آئمہ کلیسا کی مجلس منعقدہ کولون میں اس بات پر بڑی زوردار بحث ہوئی کہ عورت انسان بھی ہے کہ نہیں۔ بڑی بحث ومباحثے کے بعد معمولی اکثریت کے ساتھ اس کو انسان تسلیم کیا گیا۔[32]

عیسائی عورت کو نجاست کی پوٹ، سانپ کی نسل، منبع شر، جہنم کا دروازہ وغیرہ کے القابات سے یاد کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے راہب اپنے ماں تک سے ملنے اور ان کے چہرے پر نظر ڈالنا معیوب سمجھتے تھے۔[33]

ان نظریات کی وجہ سے ازدواجی زندگی مردوں اور عورتوں کے لیے مصیبت بن کر رہ گئی، اور سوسائیٹی میں عورت ہر حیثیت سے پست ہوگئی۔

---

[32] اسلام کا معاشرتی نظام۔ ص467)

[33] دینِ رحمت از شاہ معین الدین ندوی: ص106)

سینٹ پال اپنے ایک خط میں لکھتا ہے:

"پس میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔ وہ(مرد) خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے، مگر عورت مرد کا جلال ہے، اس لیے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے، اور مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی ہے۔"

## ہندومت اور عورت:

ہندوستان ایک مذہبی ملک سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کی مذہبی حیثیت ہمیشہ دوسری حیثیتون پر غالب رہی ہے۔ یہاں بھی عورت کو غلامی اور محکومی کی زندگی سے نجات نہیں ملی۔

سنسکرت میں لڑکی کو دوہتر (دور کی ہوئی) اور بیوی کو پتنی (مملوکہ) کہا جاتا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں بھی عورت کو پامال کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی تھی۔ ہندوؤں کے مقدّس ترین قانون دھرم شاستر کی رو سے اس کو شودر اقوام سے بھی گرا کر بالکل حیوانوں کے زمرے میں داخل کر دیا گیا تھا۔ تقدیر، طوفان، موت اور زہر ان میں سے کوئی چیز اتنی خراب نہیں تھی جتنی عورت۔[34]

ہندوستان کے مشہور مقنن **منوراج** نے عورت کے بارے میں کہا ہے:

"عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے، خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔[35]

"عورت خواہ نابالغ ہو خواہ جوان ہو خواہ بوڑھی ہو گھر میں کوئی کام خود مختاری سے نہ کرے۔[36]

"عورت کے لیے قربانی کرنا اور برت کرنا گناہ ہے، صرف شوہر کی خدمت کرنا چاہیے، عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لے، کم خوراکی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرے۔"

"جھوٹ بولنا عورتوں کا ذاتی خاصہ ہے"

---

[34]۔ تمدّن عرب: ص179

[35]۔ منوسمرتی 5/147 بحوالہ اسلام کا معاشرتی نظام۔ ص468

[36]۔ منوسمرتی 5/ 147 بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص 33)

جانکیہ برہمن جس نے منوجی مہاراج کی منو سمرتی کو حشووزوائد سے پاک کیا، اور جس کی تعلیمات ایک عرصہ درازتک حکومت کا دستورالعمل رہیں وہ عورت کے متعلق کہتاہے:

"دریا، مسلح سپاہی، پنجے اور سینگ رکھنے والے جانور، بادشاہ اور عورت پر بھروسہ نہیں کرناچاہیے۔شہزادوں سے تہذیب اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قماربازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہیے آگ، پانی، جاہلِ مطلق، سانپ، خاندان شاہی ،اور عورت، یہ سب موجب ہلاکت ہوتے ہیں ان سے ہمیشہ ہوشیار رہناچاہیے۔دوست، خدمت گار اور عورت مفلس آدمی کو چھوڑدیتے ہیں اور جب وہ دولت مند ہو جاتاہے تو پھر اس کے پاس آجاتے ہیں۔[37]

ہندو معاشرے میں عورت جوئے میں ہاری جاتی تھی، ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوا کرتے تھے۔لڑائی میں ہار جانے کی ڈر سے عورتوں کو خود ان کے باپ، بھائی اور شوہر قتل کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔اخلاقی حالت اتنی خراب تھی کہ محرّمات تک سے تمتّع کارِثواب سمجھا جاتا تھا۔عصمت کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی۔بڑے بڑے امراء کی عورتیں جامہ عصمت اتار پھینک تی تھیں۔[38]

## بدھ دھرم اور عورت

عورت کو بدھ مذہب نے بھی کوئی خاص مقام عطاء نہیں کیا بلکہ شروع شروع میں جب مہاتمابدھ نے اس مذہب کا آغاز کیا تو اس کو قبول کرنے کی اجازت صرف مردوں کو تھی مگر بعد میں مہاتمابدھ نے اپنے سوتیلی ماں کے اصرار پر عورتوں کو بھی اس مذہب میں داخل ہونے کی اجازت دیدی مگر ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عورتیں اس مذہب میں نہ ہوتی تو یہ مذہب دگنی عمرپاتا۔اس مذہب نے عورتوں کی حقوق کے بارے میں خاموشی اختیار کی کیونکہ یہ اخلاقی فلسفہ تھا۔لیکن عورت کی حیثیت اس مذہب میں بھی ہندو مذہب کی طرح گری ہوئی تھی۔

بدھ دھرم عورتوں کوناپاک اور غلیظ جانور کہہ کر اپنے پیروکاروں کو ان سے علیحدگی کا حکم دیتاہے اور جھوٹے الزامات لگاکر ان بے گناہ مخلوق سے نفرت دلاتاہے۔[39]

بدھ دھرم میں عورت کو بدکاری سرچشمہ قرار دیا گیا۔ڈاکٹر ایم ایس ناز اس مذہب کے بارے میں رقم طراز ہے:

---

[37]۔منو سمرتی۔بحوالہ عورت انسانیّت کے آئینے میں۔ص76,77,78)

[38]تاریخ اسلام از معین الدین ندوی:1/ 7

[39]اسلام اور عورت: از سعید احمد

"بدھ دھرم میں بھی عورت و مرد کی تفریق قائم کر دی گئی ہے کہ عورت بدی کا سر چشمہ ہے اور مرد کی نجات اس سے قطع تعلقی پر منحصر ہے۔ اس لیے گوتم بدھ اپنے بیوی بچوں کو سوتا چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گیا اور ساری زندگی ان سے بے تعلق رہا۔"[40]

## آریہ دھرم اور عورت:

آریہ دھرم میں بھی عورت کی حیثیت نہایت پست ہے جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس مذہب کی رو سے عورت بیک وقت متعدد بھائیوں سے شادی کر سکتی ہے۔[41]

## عرب اور عورت:

تہذیب و تمدّن کے ان مراکز میں جب اس صنفِ نازک کی مظلومیت کا یہی حال تھا تو اس آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک ایسی معاشرہ جو جہالت کے اندھیروں میں پڑا ہو، جہاں تہذیب و تمدن نامی کوئی چیز نہ ہو، جہاں آپ کی اونٹ نے میرے اونٹ سے پہلے پانی کیوں پیا؟ جیسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر صدیوں دشمنیاں اور قتل و غارت گری کرنے والے ہو وہاں اس صنفِ نازک کا کیا حال ہو گا؟ وہ کس قدر بے کس و بے بس رہی ہو گی۔؟

اہلِ عرب عورت کے وجود کو موجبِ ذلّت و عار سمجھتے تھے۔ لڑکی کی پیدائش ان کے لیے غم و رنج کی پیام تھی۔ وہ نرینہ اولاد پر اتراتے اور فخر کرتے تھے، لیکن لڑکیوں کا وجود ان کے لیے باعثِ شرم و عار تھا۔ قرآنِ کریم ان کی اس حالت کے بارے میں گویا ہے:

**﴿وإذا بشِر أحدهم بالأنثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم (58) يتوارى من القوم من سوء ما بشر به أيمسكه على هون أم يدسه في التراب ألا ساء ما يحكمون﴾ (59)۔**[42]

"جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔ اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے قوم سے چھپائے پھرتا ہے (اور سوچ میں پڑتا ہے کہ) آیا ذلّت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زیرِ زمین دفن کر دے۔"

---

[40] اسلام میں عورت کی قیادت۔ ص43-44

[41] اسلام اور عورت از سعید احمد: ص22

[42] ۔النحل:58

روزِ محشر کو جب اللہ تعالیٰ اس زندہ در گور کردہ بچی سے ارشاد فرمائیگا: بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ؟ کہ کس جرم میں اسے قتل کیا گیا۔ پھر ان ظالم والدین کو اندازہ ہو گا کہ انہوں نے کس ذات کے کام میں دخل اندازی کی ہے۔

ابنِ حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ اس کی تین صورتیں اہلِ عرب میں رائج تھیں:

**أحدهما أن يَأمر امرأته إذا قرب وضعها أن تطلق بجانب حفيرة، فإذا وضعت ذكرا أبقته، وإذا وضعت أنثى طرحتها في الْحفيرة۔[43]**

(ان میں سے ایک یہ تھا کہ مرد وضع حمل کے وقت اپنی بیوی کو حکم دیتا کہ کسی گڑھے کے کنارے چلی جاؤ چنانچہ وہ گڑھے کے قریب بچہ جنتی، اگر بیٹا ہوتا تو اسے زندہ رکھتے اور اگر بیٹی ہوتی تو اس کو گڑھے میں پھینک دیتے)

**ومنهم من كان إذا صارت البنت سداسية قال لأمها طيبيها وزينيها لأزور بها أقاربها ثم يبعد بها في الصحراء حتى يأتي البئر فيقول لها انظري فيها ويدفعها من خلفها ويطمها ۔[44]**

(دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب لڑکی چھ سال کی ہو جاتی تو مرد اس کی ماں سے کہتا کہ اس کو بناؤ سنوارو، میں اس کو لیکر اس کے رشتہ داروں سے ملنے جاتا ہوں، وہ اسے لیکر دور ایک صحرا میں لے جاتا یہاں تک کہ ایک کنویں پر آتا اور لڑکی سے کہتا کنویں میں دیکھو، جب وہ کنارے پر آکر کنویں میں جھانکتی تو وہ اسے پیچھے سے دھکا دے دیتا)

تیسری صورت یہ تھی کہ جب بچی پیدا ہوتی تو گھر میں آنا جانا بند کرتے۔[45]

حضرت عمرؓ کہتے ہیں:

واللہ ان کنا فی الجاهلیۃ ما نعد للنساء امرا حتی انزل اللہ فیهن ما انزل وقسم لهن ما قسم۔[46]

---

[43] ۔فتح الباری۔ شرح صحیح البخاری۔۔ قولہ باب اجابۃ دعاء من بر۔ 10/408)

[44] فتح الباری۔ شرح صحیح البخاری۔۔ قولہ باب اجابۃ دعاء من بر۔ 10/408)

[45] تدبّر قرآن 6/215

[46] صحیح مسلم، باب فی الایلاء واعتزال النساء۔ 4/190)

"قسم بخدا ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنے ہدایات نازل کیں اور ان کے لیے جو کچھ حصہ مقرر کرنا تھا مقرر کیا۔"

عورت سے نفرت اور بیزاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے گھر ہی کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا۔[47]

اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کے اندر رحم و محبت کے جذبات ناپید تھے چنانچہ وہ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے۔ حد یہ کہ اس شقاوتِ قلب کا مظاہرہ ان افراد کی طرف سے ہوتا تھا جن کو شفقت و محبت کا سر چشمہ خیال کیا جاتا تھا۔

اس سے زیادہ مظلومیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ باپ کا دستِ شفقت اس کے حق میں بھیڑیے کا پنجہ ثابت ہو۔

**قیس بن عاصم** (قبیلہ بنو تمیم کا رئیس) نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں دفن کی تھیں۔[48]

اس مظلوم کو اگر وہ زندہ بھی رکھ لیتے تو زندگی کے تمام حقوق اس سے سلب کیے جاتے تھے۔ شادی کی کوئی حد نہیں تھی، جتنی عورتوں کو چاہتے اپنے نکاح میں رکھتے۔

**وہب اسدیؓ** نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے عقد میں آٹھ بیویاں تھیں۔[49]

**غیلان ثقفیؓ** جب مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔[50]

اسی طرح طلاق پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ مرد جب چاہتا اور جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا۔[51]

اسی طریقے سے وہ اپنے بیویوں کو ستاتے تھے، اگر وہ چاہتے تو اسی طرح ہمیشہ ان کو اذیت میں رکھتے۔

جب تک خاوند زندہ رہتا وہ اس کے ماتحت رہتی، خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا اس پر مکمل حق ہوتا، چاہتے تو خود ہی اس سے شادی کر لیتے اور چاہتے تو کسی دوسرے سے شادی کروا دیتے، اور وہ اس میں بھی آزاد تھے کہ اس کے شادی ہی نہ ہونے دیں۔[52]

---

[47] تفسیر کبیر ج 7،ص 435، تفسر مفاتیح الغیب 20،435

[48] ابن کثیر ج 4، ص477)

[49] سنن أبي داود-- باب فِى مَنْ أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعٍ أَوْ أُخْتَانِ-- 2/239)

[50] ترمذی۔ ابواب النکاح۔ باب ماجآء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ

[51] ابوداوود کتاب الطلاق باب ماجآء فی نسخ المرجعۃ بعد التطلیقات الثلاث

بیوہ کے مال پر قبضہ کرنے کے لیے اسے دوبارہ ازدواجی زندگی ہی سے محروم کردیتے تھے، بعض اوقات کسی کمسن لڑکے کے بڑے ہونے تک اس کا نکاح روکے رکھتے تاکہ وہ اس سے شادی کرسکے ۔[53]

سوتیلی ماں تک سے شادی کرنا ان کے نزدیک معیوب نہیں تھا۔ علّامہ ابو بکر جصّاصؒ لکھتے ہیں:

''وقد کا ن نکاح امرأة الاب مستفیضاً شائعاً فی الجاہلیۃ''

(سوتیلی ماں سے نکاح دورِ جاہلیت میں عام تھا)[54]

اگر اتفاق سے کوئی حسین و جمیل اور صاحب ثروت یتیم لڑکی کسی شخص کی سرپرستی میں آجاتی تو خود ہی اس سے نکاح کرلیتا اور مہر بھی ٹھیک سے ادا نہیں کرتا۔[55]

وراثت میں عورت کا کوئی حصہ نہیں تھا۔[56]

جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے کہ ثابت بن قیسؓ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ سے آکر شکایت کردی کہ جنگ احد میں ثابت شہید ہوگئے ان کی دو بچیاں ہیں۔ لیکن ثابت کے بھائی نے ان کے پورے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور ان بچیوں کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے۔ بتایئے ان کی شادی کیسے ہو؟۔[57]

شوہر آقا کی حیثیت رکھتا تھا اپنی منکوحہ بیوی سے کہتا کہ پاکی حاصل کرنے کے بعد تو فلاں مرد کے پاس چلی جا اور اس سے فائدہ حاصل کر، جب تک اس غیر مرد سے یہ عورت حاملہ نہ ہو جاتی شوہر اس سے دور رہتا تھا۔ ایسا اس لیے کرتے تاکہ لڑکا نجیب پیدا ہو۔[58]

اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ متعین کیا تو اہلِ عرب کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا عورت آدھی میراث کی حقدار ہے جو نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہے اور نہ دفاع کرسکتی ہے۔[59]

---

[52] بخاری کتاب التفسیر، النساء

[53] تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۵)

[54] احکام القرآن لجصاص۔ 2/148 )

[55] بخاری۔ کتاب التفسیر۔ النساء)

[56]۔ بخاری۔ کتاب التفسیر۔ النساء۔ باب ولکم نصف۔۔۔

[57]۔ ترمذی۔ ابو داوود۔ باب ماجآفی میسرث الصلب

[58]۔ اسلام کا نظام عفّت و عصمت۔ ص22)

ان تمام اقوال وبیانات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کی حیثیت مختلف تہذیبوں میں کیا تھی۔

## حاصل بحث:

سطورِ بالا سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ دنیا میں موجود اکثر و بیشتر مذاہب کی رو سے عورت کی حیثیت انتہائی پست اور ذلیل ہے، جو کسی بھی قیمت پر حسنِ سلوک کا مستحق نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس نظریئے کو قبول نہیں کیا جا سکتا بلکہ یکسر مسترد کیے جانے کے لائق ہے کیونکہ اس سے معاشرتی نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔

---

[59]۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج1 ص548 )

# عورت اسلام کی نظر میں

قدیم جاہلیت نے عورت کو جس پستی کے گھڑے میں پھینک دیا اور جدید جاہلیت نے اسے آزادی کی لالچ دیکر جس ذلت سے دوچار کیا وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے ایک طرف قدیم جاہلیت نے اسے زندگی کے حقوق سے محروم کر دیا تو جدید جاہلیت نے اسے زندگی کے ہر میدان میں دھکیل دیا۔ اسے گھر کی چار دیواری سے نکال کر شمعِ محفل بنادیا۔ عورت اپنی عزت و وقار کھو بیٹھی۔ آزادی کے نام پر غلامی کا شکار ہو گئی۔ آج مغربی اقوام اس غلامی بنام آزادی سے تنگ آچکی ہیں کیونکہ اس بے جا آزادی نے مغربی معاشرے کو تحفے میں بے حیائی اور زناکاری دی ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ آج مسلمان عورت بھی اس آزادی کے حصول میں سرگرداں نظر آتی ہے جبکہ اسلام نے اسے جو عزت دی ہے وہ آج تک نہ کسی نے دی ہے نہ آئندہ دے سکے گا۔

چھٹی صدی عیسوی میں حضرت محمدؐ ﷺ کا اعلانِ رسالت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا۔ اس کے نتیجہ میں دنیا یک دم بدل گئی، سیرت و کردار میں انقلاب آگیا، فکر و نظر کی دنیا تبدیل ہو گئی، اور زندگی کی تمام پہلوؤں میں انقلاب کا ایک سیلاب رونما ہو گیا۔ اس انقلاب کا ایک پہلو یہ تھا کہ عورت کے بارے میں پورا نقطۂ نظر بدل گیا، اور عورت کو دنیا میں ایک اعلیٰ مقام و مرتبہ مل گیا۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے جس نے ظلم و ستم کی چکیوں میں پسنے والی اس صنف نازک کو پوری قوّت سے اپنے دامن میں لے کر اسے مردوں کے برابر حقوق عطا کیے بحیثیتِ انسان عورت کو بلند مقام عطا فرمایا۔ اور عورت کی حیثیت اور حقوق کا تعین کیا اور انہیں مذہب، معاشرت، سیاست اور زندگی کے دیگر شعبوں میں اہمیت دی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**﴿ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف﴾**

(اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کا ان پر ہے)[60]

خواتین کے جس مقام کو آج سے پندرہ سو سال پہلے شریعتِ اسلامیہ نے متعین کیا جدید تمدن نے کہیں بعد خواتین کے اس درجے کو تسلیم کیا۔

اسلام سے پہلے عورت کی تاریخ مظلومی اور محکومی کی تاریخ تھی، اسے کمتر اور فروتر سمجھا جاتا تھا، اسے سارے فساد اور خرابی کا جڑ کہا جاتا، سانپ اور بچھو سے جس طرح بچا جاتا ہے اسی طرح اس سے بچنے کی تلقین کی جاتی تھی، بازاروں میں جانوروں کی طرح اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی، اور اس کو اپنے لیے عار کا باعث سمجھتے ہوئے اس کو اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ زیر زمین کرتے تھے، اس کی کوئی مستقل حیثیت

---

[60]۔ البقرہ: 228

نہیں تھی بلکہ یہ مرد کے تابع ہوتی، اس کا کوئی حق نہیں تھا وہ مرد کے رحم وکرم پر جیتی تھی۔ اسلام نے اس کی محکومی کے خلاف آواز بلند کی، اور انسان کے ذہن و قلب میں عورت کا وقار، مقام اور مرتبہ متعین کیا او اس کے شخصی، سماجی اور معاشی حقوق کا تخیل اجاگر کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یا أیها الناس اتقوا ربکم الذي خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللّٰه الذي تساءلون به والأرحام إن اللّٰه کان علیکم رقیبا ﴾۔[61]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے مدد طلب کرتے ہو اور رشتوں کا احترام کرو بے شک اللہ آپ پر نگہبان ہے۔"

یہ اس بات کا اعلان تھا کہ ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان جو جھوٹے امتیازات دنیا نے قائم کر رکھے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ انکی کوئی بنیاد نہیں۔ سارے انسان نفسِ واحدہ سے پیدا ہوئے ہیں سب کی اصل ایک ہے۔ یہاں مرد کے لیے اس کی مردانگی باعثِ عزت ہے اور نہ عورت کے لیے اس کی نسوانیت باعثِ عار ہے۔ پیدائشی طور پر نہ کوئی شریف ہے اور نہ رذیل، نہ کوئی اونچی ذات کا ہے اور نہ کوئی نیچی ذات کا، سب کے سب برابر اور مساوی حیثیت کے مالک ہیں، خاندان، قبیلہ، رنگ ونسل، ملک و قوم، زبان اور پیشہ کی بنیاد پر ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق غلط اور ناروا ہے۔

عورت اور مرد کے درمیان زمانۂ قدیم سے جو فرق و امتیاز تھا اسلام نے اس کی بھی تردید کی ہے۔ اور اس بات کو دنیا پر واضح کیا کہ انسانِ اوّل کا جوڑا بھی تو اسی نوع کا تھا۔ کسی دوسری مخلوق کو اس کا ہم سفر نہیں بنایا تھا بلکہ وہ بھی اسی سے نکالی گئی تھی۔ اور اسی جوڑے سے بے شمار مرد و عورتیں پیدا ہوئے، پھر ان کے درمیان رشتے قائم ہوئے اور اسی طرح ایک نسلِ انسانی پھیلی۔ اس لیے دونوں کے درمیان فرق و امتیاز نوعِ انسانی کے ایک بازو اور دوسرے بازو کے درمیان فرق ہے۔ ایک کل کے دو اجزاء کے مابین تفریق ہے۔

اسی کے ساتھ فرمایا گیا کہ انسان ایک خدا کے بندے اور ایک ماں باپ کی اولاد ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

أنتم بنو آدم وآدم من تراب۔[62]

---

[61] (النساء ١

[62] سنن أبي داود--باب في التفاخربالاحساب--492/4)

اور اسلام نے اس تصوّر کی بھی جڑیں کاٹ دیں کہ مرد اس لیے باعزّت اور سر بلند ہے کہ وہ مرد ہے اور اور عورت محض عورت ہونے کی وجہ سے اس سے کم تر اور ذلیل ہے۔ اسلام کی نظر میں مرد و عورت برابر ہیں۔ ازلی و ابدی طور پر نہ تو کسی کے لیے برتری لکھ دی گئی ہے اور نہ کسی کی قسمت میں کمتری ہے، ان میں سے جو بھی ایمان و عمل سے آراستہ ہو گا کامیابی اسی کا مقدر ہو گی، اور جس کا دامن ان اوصاف سے خالی ہو گا وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

**﴿من عمل صالحا من ذكر أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون﴾۔**[63]

"جو شخص بھی نیک عمل کریگا چاہے وہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مومن ہے تو ہم (اس دنیا میں) اسے اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ضرور انکے اچھے کاموں کا اجر عطا کریں گے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو جزاء میں مرد کے ساتھ برابر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**﴿فاستجاب لهم ربهم أني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى بعضكم من بعض﴾۔**[64]

"جواب میں اُن کے رب نے فرمایا' میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کی جنس ہو۔

اس کے علاوہ قدرت نے عورت کو اور بھی بہت زیادہ عزّت و تکریم بخشی اور عورت کو ماں کا درجہ دیا۔

قرآن میں خدا کی توحید کے بعد درجہ والدین کا ہے اور اولاد کے ذمہ ان کی عزت و تکریم کا حق قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**﴿وقضى ربك ألَا تعبدوا إلَا إيّاه وبالوالدين إحسانا إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما﴾۔**[65]

اور تمہارا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تمہیں اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔

---

[63] النحل: 97

[64] آلِ عمران: 195

[65] الاسراء: 23

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ووصينا الإنسان بوالديه حملته أمه وهنا على وهن وفصاله في عامين أن اشكر لي ولوالديك إلي المصير﴾۔[66]

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں، تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

یہ ساری عزت و وقار اللہ تعالیٰ نے والدین کو بخشی ہے بلکہ اس عزّت میں تو شریعت نے باپ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ایک شخص نے آکر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

يا رسول الله من أحق الناس بحسن صحابتي ؟ قال أمك. قال ثم من ؟ قال ثم أمك . قال ثم من ؟ قال ثم أمك. قال ثم من ؟ قال ثم أبوك۔[67]

(اے اللہ کے رسول میرے اچھے دوستی کا صحیح حقدار کون ہے؟ فرمایا آپ کی والدہ، پھر دریافت کیا پھر کون؟ ارشاد ہوا آپ کی والدہ، تیسری مرتبہ پوچھا پھر کون؟ فرمایا آپ کی والدہ، چھوتے مرتبہ پوچھا پھر کون؟ جواب ملا آپ کا والد)

اور جنت بھی تو ماں کے قدموں تلے ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''معاویہ بن جاہمہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں جہاد میں جاتا ہوں اس لیے پہلے آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ جواب ملا ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ رہو اور اس کی خدمت کر، بے شک جنّت اس کے قدموں تلے ہے۔[68]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن اللّٰه حرم عليكم عقوق الأمهات۔[69]

(اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے)

---

[66]۔ لقمان:14

[67]۔صحيح مسلم۔.باب برالوالدين وانما احق به۔ 2/7)

[68]۔ سنن النسائی۔ کتاب الجہاد۔ باب الرخصۃ فی التخلف)

[69]۔ صحیح البخاري۔ باب النہی عن اضاعۃ المال۔ 3/129

رسول اللہ ﷺ اپنے ماں کو یاد کرتے تو آبدیدہ ہو جاتے رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ جب تشریف لاتی تو آپؐ ان کے لیے چادر بچھادیتے۔[70]

کنیز امِّ ایمن نے آپ ﷺ کی مادرانہ خدمت کی تھی حدیث میں آتا ہے:

**كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لأم أيمن: «يا أمه» وكان إذا نظر إليها قال: «هذه بقية أهل بيتي۔[71]**

(رسول اللہ ﷺ امّ ایمن کو ماں کہہ کر پکارتے تھے اوجب ان کی طرف دیکھتے تو فرماتے یہ میرے اہل بیت میں باقی رہ گئیں ہیں)

اسی طرح شریعت نے عورت کو بیٹی جیسے مقدّس رشتے سے نواز کر اس کی عزّت وتکریم کو چار چاند لگادیئے۔والدہ کے بعد عورت کی قابلِ عزت ہستی بیٹی ہے۔اسلام نے بیٹی کو رحمت قرار دیاہے قرآن نے زندہ در گور کرنے کو جہنم کا سبب اور بیٹی کی تربیت اور اس کے ساتھ شفقت کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیاہے ۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہے:

**دخلت امرأة معها ابنتان لها تسأل فلم تجد عندي شيئا غير تمرة فأعطيتها إياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها ثم قامت فخرجت فدخل النبي صلى الله عليه و سلم علينا فأخبرته فقال ( من ابتلي من هذه البنات بشيء كن له سترا من النار )[72]**

"حضرت عائشہؓ کہتی ہے کہ ایک دفعہ ایک خاتون آئی اور اس کے پاس دو بچیاں تھیں،اس نے مجھ سے کھانا مانگا میں نے اپنے پاس کھانے کا کچھ بھی نہیں پایا سوائے ایک کھجور کے،میں نے اسے دیدیا تو اس نے اس ایک کھجور کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کیا اور خود نہیں کھائی پھر وہ اٹھ کر چلی گئی۔پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے ان کو یہ بات بتادی،تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے بچیاں دی اور اس نے ان کی اچھی تربیت کی تو یہ بچیاں اس کے لیے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔

پھر اسلام نے بیٹی کی حیثیت تسلیم کروانے کے بعد وراثت میں بھی اس کو حصہ دار بنایاہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

**﴿يوصيكم اللّه في أولَادكم للذكر مثل حظ الأنثيين فإن كن نساء فوق اثنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾۔[73]**

اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کا برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہو تو انہیں مالِ متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔

---

70۔الطبقات الکبریٰ: 8/223)

71۔مستدرک علی الصحیحین للحاکم،باب ذکر امّ ایمن مولاۃ رسول اللہ۔

72 **صحيح البخاري-- دار طوق النجاة-- بَابٌ: اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ--110/2)**

73 النساء: 11

حضور ﷺ نے اپنے چار بیٹیوں کی تربیت ایک شفیق باپ کی حیثیت سے اس عمدہ اور بہترین طریقے سے کیا کہ انکی زندگی کا ہر پہلو دنیا بھر کی عورتوں کے لیے قابلِ تقلید ٹھہرا۔ حضرت فاطمہؓ کی حسنِ تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت عائشہؓ جیسی زیرک اور فطین ہستی نے بھی اعتراف کیا کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ سب عورتوں سے بڑھ کر داناہیں۔ حضرت عائشہ کا قول ہے:

**عن عائشة أم المؤمنين قالت: ما رأيت أحدا أشبه سمتا ودلا وهديا برسول الله في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔**[74]

(یعنی طرزِ کلام، اسلوبِ گفتگو، خضوع وخشوع، حسنِ اخلاق، صداقت وراست گوئی اور نشت وبرخاست میں کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بڑھ کر حضور ﷺ سے مشابہ کوئی نہ تھا)

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

**فإنما ابنتي بضعة مني يريبني ما رابها ويؤذيني ما آذاها۔**[75]

(میری بیٹی میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اس کے لیے باعثِ تشویش ہوئی وہ میرے لیے بھی پریشانی کا سبب ہوگا اور جو بات اس کے لیے اذیت ہوگی یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی)

اسی طرح شریعت نے عورت کو بیوی کی صورت میں عزت سے نوازا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**خيركم خيركم لأهله ، وأنا خيركم لأهلي۔**[76]

(یعنی تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کیلیے بہترین ہو اور میں اپنے اہل وعیال کیلیے بہترین ہوں)

اسی طرح حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

**استوصوا بالنساء خيرا۔**[77]

(عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت کرو)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**إن الدنيا كلها متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة۔**[78]

---

[74]المستدرك على الصحيحين--- وَأَمَّا حَدِيثُ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ النَّخَعِيِّ فِي هَذَا الْبَابِ--- 1990---303/4)

[75]۔صحيح مسلم- باب فَضَائِلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهَا الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ.--140/7)

[76]۔سنن ابن ماجه-- بَابُ حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ--636/1)

[77]۔صحيح مسلم بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ--1091/2)

[78]۔السنن الصغرى للنسائي-- باب الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ-- 69/6)

(بے شک دنیا پورے کا پورا سامان ہے اور دنیا کی بہترین سامان نیک بیوی ہے)

حضرت انسؓ سے روایت کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

**من أراد أن يلقى اللّٰه طاهرا مطهرا، فليتزوجِ الْحرائر۔**[79]

(جس کو اللہ تعالیٰ سے پاکی کی حالت میں ملنے کا ارادہ ہو تو آزاد عورتوں سے نکاح کر لیں)

[79]۔**سنن ابن ماجه-- بَابُ تَزْوِيجِ الْحَرَائِرِ وَالْوَلُودِ-- دار إحياء الكتب العربية--598/1)**

# عورت کے فطری فرائض

بے شک انسان فطرتاً آزاد ہے،اور یہ آزادی اس کے ہر ارادی اور غیر ارادی فعل سے ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس آزادی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے قدرتی اور حقیقی فرائض کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔انسان مختلف قوتوں کے مجموعے کا نام ہے اس میں بعض قوتیں اگر صفاتِ حسنہ کی طرف آمادہ کرتی ہیں تو کچھ اور قوتیں انسان کو برائیوں کی طرف لے چلتی ہیں۔ان میں سینکڑوں خواہشیں ایسے ہیں کہ جن میں اگر انسان پھنس جائے تو بسا اوقات عقل و تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ایسی حالت میں نہ اسے اپنے فرائض یاد رہتے ہیں اور نہ دوسروں کے حقوق کی کوئی پرواکرتا ہے، ظاہر ہے اس تسلط سے نکلنے کے لیے علم و فضل کام آسکتا ہے،اور نہ فلسفہ وعقلیات کی تعلیم کچھ مدد کر سکتی ہے۔ اس لیے تمدن اور مذہب نے انسان کی فطری آزادی کو ایک خاص حد میں مقید کر دیا ہے۔ ہر گروہ کے طبعی فرائض تشخیص کیے ہیں اور انہی فرائض کے میدان میں اسے محدود کر دیا ہے۔ان فرائض کے لحاظ سے جس حد تک وہ آزادی حاصل کرنے کا مستحق ہے اسے بخشی ہے۔اور جو آزادی ان کے فرائض کی راہ کی رکاوٹ بنتی ہو اسے قطعی جرم قرار دیا گیا ہے۔

آیئے اب اس اصول کو مد نظر رکھ کر عورتوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کے طبعی فرائض کیا ہیں ؟ان فرائض کے لحاظ سے وہ کس آزادی کی مستحق ہیں ؟اور کونسی آزادی ان کو فرائض منصبی سے باز رکھ سکتی ہے۔؟

**فرید وجدی** اپنے کتاب (المرأۃ المسلمہ) میں لکھتے ہیں عورت کو قدرت نے جس غرض کے لیے پیدا کیا ہے وہ نوعِ انسانی کی تکثیر اور اس کی حفاظت و تربیت ہے، اور اسی وجہ سے عورت کا دائرہ کار بھی اندرونِ خانہ قرار دیا گیا ہے، اور مرد کو بیرونِ خانہ کی ذمہ داریاں سونپی گئی۔ تاکہ عورت کو اللہ نے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس مقصد میں کوئی کمی نہ آجائے، اور اولاد کی اچھی تربیت ہو سکے۔ تو جس طرح مردوں کی طاقت سے یہ امر باہر ہے کہ وہ عورتوں کے طبعی فرائض میں حصہ لیں، اسی طرح عورتوں کی طاقت سے بھی یہ امر باہر ہے کہ وہ مردوں کے مشاغل میں شریک ہوں۔

عورت کو اپنا قدرتی فرض "یعنی نوعِ انسانی کی تکثیر اور اس کی حفاظت و تربیت" ادا کرنے میں حمل، وضع، رضاعت اور تربیت جیسے سخت اور کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جن میں بسا اوقات ماں اور بچے دونوں کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ان مراحل میں عورت کی زندگی کو کن کن خوفناک خطروں کا سامنا ہوتا ہے، کس طرح وہ بعض اوقات اپنی زندگی سے مایوس ہو جاتی ہے، اور کس طرح ان مصیبتوں میں سخت مشکلوں کے بعد نجات پاتی ہے ؟ یہ علم تو ایک جاہل کے پاس بھی ہو گا اگر وہ صاحبِ اولاد ہو۔

علمِ طب کا بہت بڑا حصہ ان مراحل سے تعلق رکھتا ہے۔بے شمار ڈاکٹروں نے اپنی عمریں صرف کر کے اس مسئلہ کی مشکلات اور سختیاں دور کرنے کی کوشش کی ہے۔اور بہت سارے کتابیں تصنیف کی ہے۔

عورت کو اپنے اس قدرتی فرض کی انجام دہی میں کسی قسم کی غفلت نہیں برتنی چاہیے اور کسی ایسے کام میں نہیں الجھنا چاہیے جس سے اس عظیم فرض کی ادائیگی میں کوئی کمی آتی ہو۔ لیکن بوقتِ ضرورت اگر کوئی خاتون اپنے دائرہ کار سے باہر آتی ہے اور باہر مردوں کی دنیا میں تلاشِ

رزق شروع کر دیتی ہے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے صحابیاتؓ نے بھی تو اسی میدان میں قدم رکھا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے اولاد کی تربیت میں بھی کوئی کمی نہ آتی ہو، اور شریعت کی حدود کی بھی پوری پوری پاسداری ہوتی ہو۔ اس پر مزید تفصیلی بات آگے آجائیگی انشاءاللہ۔۔

## اسلام کا قانونِ پردہ وحجاب اور شرائطِ لباس۔۔

عورت کے پردے کے بارے میں اکثر لوگ یہ خلطِ مبحث کرتے ہیں کہ وہ ستر اور حجاب میں کوئی فرق نہیں کرتے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے الگ الگ احکام ہیں۔ عورت کا ستر یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا اپنا پورا جسم چھپائے گی جس کا کوئی بھی حصہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے کھول نہیں سکتی۔ ستر کا یہ پردہ اُن افراد سے ہے جن کو شریعت نے محرم قرار دیا ہے اور ان محرم افراد کی پوری تفصیل قرآن مجید کی سورۂ نور کی آیت:۳۱ میں موجود ہے اور ان میں عورت کا باپ، اس کا بیٹا، اس کا بھائی، اس کا بھانجا، اور اس کا بھتیجا وغیرہ شامل ہیں۔ ان افراد سے عورت کے چہرے اور اس کے ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے، البتہ ان کے سامنے عورت اپنے سر اور سینے کو اوڑھنی یا دوپٹہ وغیرہ سے ڈھانپے گی۔ ستر کے احکام سورۂ نور میں اس طرح مذکور ہیں:

**﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن أو بني إخوانهن أو بني أخواتهن أو نسائهن أو ما ملكت أيمانهن أو التابعين غير أولي الإربة من الرجال أو الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن وتوبوا إلى اللّٰه جميعا أيه المؤمنون لعلكم تفلحون﴾۔**[80]

(اے نبی ﷺ آپ مؤمن عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنے ستر کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس سے خود بخود ظاہر ہو جائے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے، یا اپنے باپ کے، یا اپنے سسر کے، یا اپنے بیٹوں کے، یا اپنے شوہر کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں کے، یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنی لونڈی غلام کے، یا زیر دست مردوں کے جو کچھ غرض نہیں رکھتے، یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے ناواقف ہوں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں کہ انکی مخفی زینت معلوم ہو جائے، اور اے ایمان والو تم سب ملکر اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

گھر میں محرم مردوں کے سامنے پردے کی یہی صورت ہے۔ مگر عورت کا حجاب اس کے ستر سے بلکل مختلف ہے اور یہ وہ پردہ ہے جب عورت گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلتی ہے یا گھر کے اندر غیر محرم مردوں سے سامنا ہوتا ہے تو کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں بھی اسے حجاب قرار دیا گیا ہے: **﴿وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب﴾**

اس صورت میں شریعت کے وہ احکام ہیں جو اجنبی مردوں سے عورت کے پردے کے متعلق ہیں۔ حجاب کے یہ احکام قرآن مجید کی سورۂ احزب کی دو آیات (۵۹ اور ۵۴) میں بیان ہوئے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ گھر سے نکلتے وقت عورت جِلباب یعنی بڑی چادر اوڑھے گی تاکہ اس کا

---

[80] النور: 31

پورا جسم ڈھک جائے، ایسے ہی چہرے پر بھی چادر کا ایک پلو ڈالے گی۔ اب وہ صرف اپنی آنکھ کھلی رکھ سکتی ہے، باقی پورا جسم چھپائے گی۔ یہ چہرے پر نقاب کا حکم ہے، اجنبی مردوں سے عورت کا یہ پردہ ہے جسے حجاب کہا جاتا ہے۔

اس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

**﴿یا أیها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن ذلك أدنی أن یعرفن فلا یؤذین وکان اللّه غفورا رحیما﴾۔**[81]

(اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں، بیٹیوں، اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکالیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں کوئی نہ ستائے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔)

سب سے پہلے اس آیت کے اصل الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ اس میں یُدْنِینَ کا لفظ آیا ہے، جس کا مصدر **اِدناء** ہے اور عربی زبان میں اس کا معنٰی، قریب کرنے اور لپیٹنے کے ہیں مگر جب اس کے ساتھ **علٰی** کا صلہ آجائے تو پھر اس میں **اِرخاء** کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ 'اوپر سے لٹکالینا'۔ دوسرا اہم لفظ جَلَابِیبِهِنَّ ہے۔ علّامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں **والجلابیب جمع جلباب وهو علی ما روي عن ابن عباس الذي یستر من فوق إلی أسفل۔**[82]

جَلَابِیبِ جمع ہے جلباب کی (جس کے معنٰی رِداء یعنی 'بڑی چادر' کے ہیں،) اور ابن عباسؓ مروی ہے کہ جلباب سے مراد ایک ایسی چادر جس سے اوپر سے لیکر نیچے تک اپنے آپ کو چھپایا جائے۔ اور ابن مسعودؓ، وعَبِیدة، وقتادة، والحسن البصري، وسعید بن جبیر، وابراهیم النخعي، وعطا الخراساني فرماتے ہیں کہ جلباب سے مراد دوپٹے کے اوپر والی بڑی چادر ہے۔ اور اس کے ساتھ لفظِ مِن آیا ہے جو یہاں تبعیض ہی کے لیے ہو سکتا ہے، یعنی چادر کا ایک حصہ، مطلب یہ ہوا کہ عورتیں جب ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ لیں اور ان کا ایک حصہ یا ان کا ایک پلو اپنے اوپر لٹکالیا کریں۔ یہی مفہوم گھونگٹ ڈالنے کا ہے۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ اصل مقصود وہ خاص وضع نہیں ہے جسے عرفِ عام میں گھونگٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ چہرے کو چھپانا مقصود ہے، خواہ گھونگٹ سے چھپایا جائے یا نقاب سے یا کسی اور طریقے سے۔ اس کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان عورتیں اس طرح مستور ہو کر باہر نکلیں گیں تو لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ شریف عورتیں ہیں، بے حیا نہیں ہیں، اس لیے کوئی ان سے تعرّض نہ کرے گا۔[83]

ظاہر ہے اس طرح پہچاننے کی اور چھیڑنے ستانے کی صورت گھر سے باہر کے ماحول ہی میں پیش آسکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ بڑی چادر لینے کی ضرورت بھی عموماً گھر سے باہر ہو سکتی ہے، کیونکہ گھر میں اجنبی مردوں کی آمد شاذ و نادر ہوتی ہے۔ گھر میں چونکہ اکثر محرم مردوں سے ہی سامنا ہوتا ہے، لہٰذا ان کے لیے عورت کے پردے کے بارے میں الگ حکم ہے جو سورۂ نور کی آیت:۳۱ میں اس طرح آیا ہے: ﴿وَلْیَضْرِبْنَ

---

[81] احزاب:59

**[82] روح المعاني --11/264)**

[83] پردہ۔ ص225

بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ ''اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔'' گویا گھر کے اندر عورت کو چادر پہننے کی کی ضرورت نہیں ہے، صرف اوڑھنی کافی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ گھر میں اجنبی مردوں سے بہت کم سامنا ہوتا ہے اور جب وہ گھر سے باہر نکلے گی تو بڑی چادر اوڑھے گی جس کا ایک حصہ اپنے چہرے پر بھی ڈال لے گی۔

پردہ کے سلسلے میں تیسری اہم آیت سورۃ الاحزاب کی آیتِ حجاب (نمبر ۵۳) بھی ہے وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب اس میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی غیر محرم شخص خواتین سے کسی چیز کا سوال کرے تو اسے حجاب کے پیچھے سے یہ بات کرنی چاہیے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں سورۂ احزب کی آیت ۵۹ کی رو سے خواتین کو گھروں سے باہر جلباب۔۔۔ یعنی ایسی بڑی چادر جو سر سے انہیں ڈھانپ لے اور اس میں ان کا چہرہ بھی چھپ جائے۔۔۔ اوڑھنے کا حکم ہے وہاں سورۃ الاحزاب کی آیت (نمبر ۵۳) کی رو سے گھروں کے اندر بھی غیر محرم مردوں سے انہیں حجاب کا اہتمام کرنا چاہیے۔

امّتِ مسلمہ کے تمام جلیل القدر مفسّرین نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کی جو تفسیر بیان کی ہے، اسے حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے

**قال ابن عباس: أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوهن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدِين عينا واحدة،۔**[84]

(اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں)

**2۔ وقال محمد بن سيرين: سألت عبيدة السلماني عن قول الله عز وجل: {يدنين عليهن من جلابيبهن} فغطى وجهه ورأسه وأبرز ثوبه عن احدیٰ عيينيه**

(ابنِ جریرؒ اور ابن منذرؒ کی روایت ہے کہ امام محمّد ابن سرینؒ نے حضرت عُبیدہ بن سفیان الحارث الحضرمی سے اس آیت کا مطلب پوچھا (یہ حضرت عَبِیدہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمان ہوئے تھے مگر حاضرِ خدمت نہ ہو سکے تھے۔ دورِ عمرؓ میں مدینہ آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہیں فقہ اور قضاء میں قاضی شُریح کا ہم پلّہ مانا جاتا تھا۔ تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۲۹) تو انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔[85]

3۔ امام ابن جریر طبریؒ نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

---

[84]۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج4، ص986

[85]۔ **جامع البيان في تأويل القرآن--325/20)**

﴿ يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين:﴾ لا يتشبهن بالإماء في لباسهن إذا هن خرجن من بيوتهن لحاجتهن، فكشفن شعورهن ووجوههن. ولكن ليدنين عليهن من جلابيبهنّ؛ لئلا يعرض لهن فاسق، إذا علم أنهن حرائر۔[86]

(شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھر سے نہ نکلیں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں، بلکہ انہیں چاہیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکالیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے جب اس کو پتہ چلے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں)

علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:

قال أبو بكر في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن وفيها دلالة علَ أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها لأن قوله تعالى ونساِ المؤمنين ظاهره أنه أراد الْحرائر۔[87]

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت پردہ داری اور عفت مابی کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ بدنیت لوگ اس کے حق میں طمع نہ کر سکیں۔ اور اس میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ لونڈی پر چہرہ اور بالوں کا چھپانا لازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے وَنِساءِ الْمُؤْمِنِينَ فرمایا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں آزاد عورتیں مراد ہیں۔

4۔ امام فخر الدین رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر اوڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتیں نہیں ہیں۔ کیونکہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنا ستر غیر کے سامنے کھولنے پر راضی ہوگی۔ اس طرح ہر شخص جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں، ان سے زنا کی امید نہیں کی جاسکتی"۔[88]

---

[86] جامع البيان في تأويل القرآن۔ 324/20)

[87] احکام القرآن لجصاص۔ 3/546)

[88] تفسیر کبیر۔ ج25ص230

علّامہ ابوبکر جصّاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ

**حدثنا الحسن بن أبي الربيع قال أخبرنا عبد الرزاق قال أخبرنا معمر عن الحسن قال كن إماء بالمدينة يقال لهن كذا وكذا يخرجن فيتعرض بهن السفهاء فيؤذونهن وكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون أنها أمة فيتعرضون لها فيؤذونها فأمر الله المؤمنات أن يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك أدنى أن يعرفن أنهن حرائر فلا يؤذين۔** [89]

"معمر روایت کرتا ہے حسن سے وہ فرماتے ہیں کہ مدینے میں کچھ لونڈیاں ایسی تھیں جن کے بارے میں باتیں کی جاتی تھیں کہ جب وہ باہر نکلتی تھیں تو بعض بے وقوف ان کو چھیڑتے تھے اور ان کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ اور جب کوئی آزاد عورت نکلتی تو ان کا یہ گمان ہوتا کہ یہ بھی کنیز ہے تو اس کو چھیڑتے اور ستاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو حکم دیا کہ اپنے اوپر بڑی چادر ڈال دیں، اس طرح ان کو پتہ چلے گا کہ یہ آزاد ہیں تو پھر وہ ان کو ضرر نہیں پہنچائے گے۔

5۔ مشہور مفسّر علامہ زمخشری اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

**ومعنى يدنين عليهن من جلابيبهن يرخينها عليهن، ويغطين بها وجوههن وأعطافهن۔**

اور اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس سے اپنے چہرے اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں"۔ [90]

6۔ نیشاپوریؒ لکھتے ہیں:

ابتدئے عہدِ اسلام میں عورتیں زمانہ جاہلیّت کی طرح قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نکلتی تھیں اور شریف عورتوں کا لباس ادنٰی درجہ کی عورتوں سے مختلف نہ تھا، پھر حکم دیا گیا کہ عورتیں اپنے اوپر چادر کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ شریف عورتیں ہیں فاحشہ نہیں۔" [91]

7۔ امام رازی لکھتے ہیں:

جاہلیّت میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بدکار ان کا پیچھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈالیں اور یہ فرمایا کہ ﴿ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾۔ تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس لباس سے پہچان لیا جائیگا کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائیگا۔ دوسرا یہ کہ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ بدکار نہیں ہیں کیونکہ وہ عورت چہرہ چھپائے گی، درآنحالیکہ چہرہ عورت نہیں ہے جس کا چھپانا فرض ہو تو کوئی شخص اس سے یہ توقع نہیں کریگا کہ ایسی

---

[89]۔ احکام القرآن لجصاص۔ 3/546)

[90]۔ الکشاف۔ 5/98۔

[91]۔ تفسیر الطبری۔

شریف عورت کشف "عورت" پر آمادہ ہو جائے گی۔ پس اسکے لباس سے ظاہر ہو جائیگا کہ وہ ایک باپردہ عورت ہے اور اس سے بدکاری کی توقع نہ کی جاسکے گی۔[92]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

یدنین علیھن من جلابیبھن یعنی جب وہ اپنی حاجات کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے چہروں اور اپنے جسموں کو چھپالیں۔ یہاں لفظِ من تبعیض کے لیے ہے۔ یعنی چادروں کے ایک حصہ کو منہ پر ڈالا جائے اور ایک حصہ کو جسم پر لپیٹ لیا جائے، اس سے ان کے اور لونڈیوں اور مغنیات کے درمیان تمیز ہو جائیگی، تو مشتبہ چال چلن کے لوگ اس سے تعرّض کی جرأت نہ کر سکیں گے۔"۔[93]

8۔ مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

اس آیت نے بصراحت چہرہ کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے اس مضمون کی مکمّل تائید ہو گئی، چہرہ اور ہتھیلیاں اگرچہ فی نفسہ ستر میں داخل نہیں، مگر بوجہ خوفِ فتنہ کے ان کا چھپانا بھی ضروری ہے، صرف مجبوری کی حالت مستثنٰی ہے۔[94]

9۔ مولانا مودودیؒ مرحوم نے لکھا ہے:

اللہ تعالٰی صرف چادر لپیٹ کر زینت چھپانے ہی کا حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ یہ بھی فرما رہا ہے کہ عورتیں چادر کا ایک حصہ اپنے اوپر سے لٹکا لیا کریں۔ کوئی معقول آدمی اس اشارہ کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں لے سکتا کہ اس سے مقصود گھونگٹ ڈالنا ہے تاکہ جسم ولباس کی زینت چھپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ چھپ جائے"۔[95]

10۔ مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر 'تدبّر قرآن' میں اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"قرآن نے اس جلباب سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں بھی زحمت نہ آئے۔ یہی جلباب ہے جو آج بھی دیہات میں شریف بوڑھی عورتیں لیتی ہیں جس نے بڑھ کر برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔"[96]

---

[92]۔ تفسیر کبیر۔ ج25ص230

[93]۔ **أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسير البيضاوي--**

[94]۔ معارف القرآن۔7/234

[95]۔ تفہیم القرآن ادارہ ترجمان القرآن۔4/131)

[96]۔ تدبر قرآن۔6/269۔

ان تمام مفسّرین نے سورۃ احزاب کے آیت نمبر ۵۹ سے چہرے کے پردے کا حکم سمجھا ہے، اور دورِ صحابہؓ میں بھی اس آیت کی یہی مفہوم سمجھا گیا۔

اس کے بعد احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں جہاں سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے عہدِ نبوی ﷺ میں عام طور پر مسلمان عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالنے لگی تھیں اور کھلے چہروں کے ساتھ پھرنے کا رواج بند ہو گیا تھا۔ ابوداوود، ترمذی، موطا اور دوسری کتب احادیث میں لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے عورتوں کو حالتِ احرام میں چہروں پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے:

**عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال قال النبي صلى الله عليه و سلم لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين۔**[97]

(احرام کی حالت میں عورت نہ نقاب استعمال کرے گی اور نہ دستانے پہنے گی)

اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ مبارک میں چہروں کو چھپانے کے لیے نقاب اور ہاتھوں کو چھپانے کے لیے دستانوں کا رواج عام تھا۔ صرف احرام کی حالت میں اس سے منع کیا گیا۔ مگر اس سے بھی یہ مقصد نہ تھا کہ حج میں چہرے سرِ عام پیش کیے جائیں، بلکہ دراصل مقصد یہ تھا کہ احرام جیسے فقیرانہ لباس میں نقاب عورت کے لباس کا جزو نہ ہو جس طرح عام طور پر ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں تصریح کی گئی ہے کہ حالتِ احرام میں بھی ازواجِ مطہرات اور عام خواتینِ اسلام نقاب کے بغیر اپنے چہروں کو اجانب سے چھپاتی تھیں۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہے:

**كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه و سلم محرمات فإذا حاذوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها فإذا جاوزنا كشفناه۔**[98]

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تھے اور ہم عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھی۔ پس جب وہ لوگ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتی تھیں)

حضرت امّ سلمہؓ کا بیان ہے وہ فرماتی ہیں:

---

[97] الموطأ-- قَالَ مَالِك وَإِنَّمَا يَعْمَلُ الرَّجُلُ مَا دَامَ حَيًّا فَإِذَا مَاتَ فَقَدْ انْقَضَى الْعَمَلُ---473/3)

[98] سنن أبي داود-- باب فِي الْمُحْرِمَةِ تُغَطِّي وَجْهَهَا---104/2)

**لما نزلت: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ [الأحزاب: 59]، خرج نساء الأنصار كأن على رؤوسهنّ الغربان من الأكسية "**[99]

(جب سورۃ احزاب آیت ۵۹ نازل ہوا تو انصار کی عورتیں اس حالت میں نکلی گویا ان کے سروں پر کالیں کویں ہیں۔)

موطا امام مالک میں ایک حدیث ہے:

فاطمہ بنت منذر کا بیان ہے کہ ہم حالت احرام میں اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیا کرتی تھیں۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ تھیں۔ انہوں نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا (یعنی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ احرام کی حالت میں نقاب استعمال کرنے کی جو ممانعت ہے اس کا اطلاق ہمارے اس فعل پر ہوتا ہے۔

شریعت نے زنا تو کیا زنا کے کے مقدّمات اور مبادی پر بھی پابندی لگائی ہے۔ اور یہ حقیقت ہر شخص پر عیاں ہے کہ ایک جوان عورت کا چہرہ ہی سب سے زیادہ جاذبِ نگاہ اور پرکشش ہوتا ہے بالخصوص جب اسے خوب مزیّن کیا جائے۔ فقط چہرہ دیکھ لینے ہی سے عورت کے حسن وجمال کا اندازہ کر لیا جاتا ہے اور بغیر چہرہ دیکھے اس کے حسن وجمال کا تصوّر ممکن ہی نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اسلام محرکاتِ زنا کو ایک ایک کر کے ان کی مخالفت کرتا ہے، جو نامحرم عورت کو دیکھنے پر پابندی لگاتا ہے اور غضِ ّبصر کا حکم دیتا ہے، جو مرد اور عورت کو تنہائی میں یکجا ہونے سے روکتا ہے، جو عورت کو کسی غیر مرد سے بات کرتے وقت نرم لہجہ اختیار کرنے سے منع کرتا ہے، جو اس کی آواز کا پردہ چاہتا ہے کہ عورت نماز میں امام کو اس کی غلطی پر ٹوکنے کے لیے سبحان اللہ تک نہ کہے۔ وہ اسلام یہ کیسے چاہے گا کہ چھوٹے چھوٹے دروازے تو بند ہوں اور سب سے بڑا دروازہ کھلا چھوڑ دیا جائے، اور نسوانی حسن وجمال کے مرکز چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہ دیا جائے۔

[99] **سنن أبي داود-- باب فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلاَبِيبِهِنَّ دار الكتاب العربي . بيروت--105/4)**

## عورت کالباس:

خواتین کیسا لباس پہن سکتی ہے؟ کیا ہر قسم کے لباس زیب تن کر سکتی ہیں؟ یا ان کے لیے کچھ شرائط ہیں؟ جی ہاں کچھ شرائط ہیں۔ شرائط ملاحظہ ہوں:

1 لباس ایسا ہو جو پورے بدن کو مع ہاتھ اور چہرہ چھپائے۔ جو علماء چہرے کو پردہ میں شامل نہیں کرتے وہ اس وقت جب فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور آجکل کے صورتِ حال کسی سے پوشیدہ نہیں۔

2: لباس موٹا ہونی چاہیے باریک نہیں، کیونکہ لباس کا مقصد ستر ہوتا ہے اور ستر باریک کپڑوں سے نہیں ہوتا بلکہ اس قسم کے کپڑے تو اس کے زینت اور فتنے میں اضافہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

**نساء كاسيات عاريات مائلات مميلات لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وريحها يوجد من مسيرة خَمْس مائة عام۔**[100]

(حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ عورتیں کپڑے پہننے والی ہیں مگر پھر بھی ننگی ہیں، لوگوں کو اپنے طرف مائل کرنے والیاں، خود مائل ہونی والیاں یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گیں اور نہ جنت کی خوشبو محسوس کر سکیں گیں حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے فاصلے پر بھی محسوس کی جاتی ہے)

3: لباس کھلا ہو تنگ نہ ہو، کیونکہ تنگ لباس میں جسم کا ہر عضو نمایاں ہو جاتا ہے۔

4 کپڑے خوشبودار نہ ہوں جیسا کہ حضرت اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**«أيما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا من ريحها فهي زانية۔**[101]

(رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو عورت خوشبو لگا کر کسی ایسی قوم پر گزرے جو اس کی خوشبو محسوس کریں تو یہ زانیہ ہے۔)

5: لباس مردوں کے لباس سے مشابہ نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

**ليس منَّا مَنْ تَشبَّه بالرجال من النساء، ولا من تشبَّه بالنساء من الرجال۔**[102]

(وہ عورت میری امت میں سے نہیں ہے جو مردوں سے مشابہت کرتی ہو اور نہ وہ مرد میری امت میں سے ہے جو عورتوں سے مشابہت کرتا ہو۔)

---

[100]--: الموطأ-- بَاب مَا يُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ لُبْسُهُ مِنْ الثِّيَابِ--1340/5)

[101]۔النسائي-- السنن الصغرى للنسائي--- مَا يُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ مِنَ الطِّيبِ --153/8)

[102]۔مسند الإمام أحمد بن حنبل--باب اول مسند عبد الله بن عمرو بن العاص -461/11)

6: کفار کی عورتوں سے مشابہ نہیں ہوناچاہیے، کیونکہ ان کی مخالفت کرنا اور ان سے مشابہت نہ کرنا مقاصدِ شریعت میں سے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

**قال رسول الله صلى الله عليه و سلم " من تشبه بقوم فهو منهم ۔**[103]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو وہ ان میں سے ہو گا)

7 : شہرت والا لباس نہیں ہوناچاہیے۔ یہ وہ لباس ہے جس کا مقصد لوگوں میں شہرت پاناہو۔

یہ چند وہ شروط اور صفات ہیں جو عورتوں کے شرعی لباس میں ہونی چاہئیں، ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ لباس شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان خاتون کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا لباس ان شروط کو مد نظر رکھتے ہوئے بنائے۔

---

[103] ۔سنن أبي داود-- باب فِى لُبْسِ الشُّهْرَةِ.- دار الكتاب العربي . بيروت--78/4)

## عورت کا دائرہ کار:

اسلام میں مرد اور عورت دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ دائرہ ہائے عمل منتخب کیا گیا ہے۔ ہر ایک اپنے دائرے میں رہ کر مصروفِ عمل ہو سکتا ہے۔ عورت کا دائرہ عمل گھر کے اندر جبکہ مرد کا دائرہ کار گھر سے باہر ہے۔ عورت کو رزق کمانے کی فکر سے آزاد کر کے اس کا مقام و مرتبہ بحال رکھا گیا ہے۔ اگر اس پر یہ بوجھ ڈال دیا ہوتا تو وہ نہ گھر چلانے کے قابل رہتی اور نہ ہی اچھے طریقے سے کچھ کما سکتی۔ معاش کی فکر سے اس کو اس لیے آزادی دی گئی تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری توجہ دے سکے، تاہم وہ اپنے مرکزی دائرہ عمل "گھر" کو کسی بھی اہم اور ضروری کام کے لیے بوقتِ ضرورت چھوڑ سکتی ہے، اور بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ عورت وہ کام سنبھالے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔

عورت کے دائرہ عمل کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**وقرن في بيوتكن**

(اپنے گھروں میں ٹِک کر رہو)[104]

اصل میں لفظ قَرْنَ استعمال ہوا ہے۔ بعض اہلِ لغت نے اس کو "قرار" سے ماخوذ بتایا ہے اور بعض نے "وقار" سے۔ اگر اس کو "قرار" سے لیا جائے تو معنٰی ہوں گے "قرار پکڑو" "ٹک کر رہو"۔ اور اگر "وقار" سے لیا جائے تو مطلب ہوگا "سکون سے رہو"، "چین سے بیٹھو"۔ دونوں صورتوں میں آیت کا منشا یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہی ہے، اس کو اسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں، اور گھر سے باہر صرف بضرورت ہی نکلنا چاہیے۔[105]

**وقرن في بيوتكن** کی علامہ ابو بکر جصاصؒ نے یوں تشریح کی ہے:

**"وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج"۔**[106]

---

[104] احزاب:33

[105] تفہیم القرآن۔4/90)

[106] احکام القرآن لجصاص۔3/529)

کہ اس میں دلیل ہیں اس بات کی کہ عورتیں اپنی گھروں میں چمٹی رہنے پر مامور ہیں، اور ان کو باہر نکلنے سے روک دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کو اپنی تمام تر سرگرمیاں اس کے اندر ہی محدود رکھنی چاہیے۔

آیت کا یہ معنٰی اور مطلب خود اس آیتِ کریمہ سے بھی ظاہر ہے اور جب احادیث کی طرف رجوع کیا جائے تو یہ مطلب اور بھی واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے: ایک روایت ہے جو بزّار اور امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے اس میں وہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد بیان فرماتے ہیں:

''انَّ المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان واقرب ماتكون بروحة ربهاوهي فى قعر بيتها''

(عورت مستور رہنے کے قابل چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی رحمت سے قریب تر وہ اُس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔)

اسی طرح حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں:

**جئن النساء إلى رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فقلن: يارسول الله ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل الله فما لنا عمل ندرك به عمل المجاهدين في سبيل الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قعد –أو كلمة نحوها– منكن في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهد في سبيل الله۔**[107]

(حافظ ابو بکر بزّار حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مرد لے گئے، وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟ جواب میں فرمایا"جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد دل جمی کے ساتھ خدا کی راہ میں اسی وقت لڑ سکتا ہے جب کہ اسے اپنے گھر کی طرف سے پورا اطمینان ہو، اس کی بیوی اس کے گھر اور بچوں کو سنبھالے بیٹھی ہو، اور اسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ پیچھے وہ کوئی گُل کھلا بیٹھے گی۔ یہ اطمینان جو عورت اسے فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اس کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہو گی۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے خواتین کو اپنے گھروں میں رہنے کی تاکید کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا دائرہ عمل ان کے گھر ہونے چاہئیں، اس کی مصروفیات ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ گھر کی ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہونا پڑے، لیکن بحالتِ مجبوری عورت گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے، ملازمت بھی اختیار کر سکتی ہے۔

[107] مسند البزار-- باب مسند ابى حمزه انس ابن مالك--(339/13)

اسلام دینِ فطرت ہے، اس لیے اس نے مرد اور عورت کا دائرہ وہی رکھا ہے جو فطرت نے رکھا ہے اور جس کی طرف دونوں کے اعضاء اور ان کی صلاحیتیں زبانِ حال سے رہنمائی کر رہی ہیں۔ اسلام کے متّبعین کو جہاں کہیں غلبہ حاصل ہوا تو انہوں نے مرد اور عورت کے فطری دائرہ کار کے مطابق ان میں تقسیمِ کار کا نظام قائم کیا اور دونوں کی ذمہ داریوں میں قرآن وسنّت کی تعلیمات کی روشنی میں توازن رکھا۔

عورت اپنے خون کے ذریعہ نسلِ انسانی کی پرورش تو کر سکتی ہے لیکن ہل چلا کر معاش کا فراہم کرنا، اور تیر وشمشیر سے دشمن کا مقابلہ کرنا اس کے لیے دشوار ہے۔ کیونکہ قدرت نے اس کو آہنی پنجہ اور قوی بازو عطاء نہیں کیے ہیں البتہ وہ اپنے سینے میں الفت ومحبت اور ہمدردی وایثار کے جذبات رکھتی ہے۔ چنانچہ ہمیشہ بچوں کی دیکھ بال، گھر کا انتظام، کھانے اور کپڑے کی تیاری، خاوند کے لیے سکون اور ذریعہ راحت عورت کے فرائض رہے ہیں۔ اور جانوروں کا شکار کرنا، زراعت وتجارت اور دشمن سے مدافعت مرد نے کی ہے۔ کیونکہ وہ جفاکش اور محنتی ہے اور مضبوط دست وبازو رکھتا ہے۔

لیکن عورت اور مرد کی قوّتوں اور صلاحیتوں کا یہ فرق تاریخ کے بیشتر ادوار میں عزت اور ذلّت کا معیار بن گیا ہے۔ مرد زور اور قوّت رکھتا ہے اور ایسے کام بآسانی کر گذرتا ہے جن کو عورت اپنی حدِ استطاعت سے باہر سمجھتی ہے، اس لیے اس کو ارفع واعلیٰ سمجھ لیا گیا اور اس کے مقابلے میں عورت کی حیثیت فروتر قرار پائی کیونکہ وہ کمزور ہے اور بہت سے معاملات میں وہ مرد کے دست نگر ہے۔ [108]

حالانکہ یہ تاثر بلکل غلط ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں ارفع واعلیٰ وہی ہو گا جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو گا نہ کہ مردانگی اور نسوانیت معیارِ عزت وذلت ہے۔ یہ طاقت وکمزوری صرف ان کے دائرہائے کار میں تمیز لاتا ہے۔

اسلام کے نزدیک مرد اور عورت کا دائرہ کار جدا جدا ہے۔ عورت کا میدانِ کار اس کا گھر ہے اور گھر سے باہر کی دنیا مرد کی آماجگاہ ہے۔ یہ تقسیمِ کار انسان کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے مطابق واقع ہوئی ہے۔ قدرت نے مرد اور عورت کو جو فطری صلاحیتیں عطاء کی ہیں وہ زندگی کے معاملات میں ان دونوں کے دائرہ کار کو متعین کرتی ہیں۔ یہ فطری صلاحیتیں ان کے جسمانی نظام کے ایک ایک خلیے تک میں فرق کا باعث ہیں۔ مرد اور عورت کے مابین قدرت نے فطری تقسیمِ کار کا جو نظام قائم کیا ہے اس کے تحت عورت آئندہ نسلوں کے توالد وتناسل اور پرورش کا کام کرتی ہے اور مرد اس کے قیام وتحفظ کا کام انجام دیتا ہے۔

توالد وتناسل اور پرورش کے سلسلے میں عورت کا کام انتہائی مشکل اور نازک ترین ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو عورت سے ہمہ وقتی مصروفیت چاہتا ہے۔ عورت کا جسم اور ذہن ایک خاص ساخت کے مطابق پیدا کیا گیا ہے جو ہر ماہ بلکہ ہر لمحہ بڑھاپے تک مسلسل مخصوص اعمال اور وظائف کے سلسلے میں سرگرم رہتا ہے۔ عورت کوئی دوسرا کام کرے جو مرد کے دائرہ کار میں شامل ہو تو عورت کے اس پیچیدہ نظام میں خلل پڑتا ہے اور

---

[108]۔ عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص:18)

عورت مختلف جسمانی و ذہنی عوارض کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کے خاندانی نظام میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بچوں کے جسمانی و ذہنی نظام میں بھی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

دراصل توالد و تناسل اور پرورش کا تھکا دینے والا عمل سست اور طویل ہوتا ہے۔اس میں محبت و الفت اور جذبات سے بھرپور خلوص مسلسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنین کے لوازم اور نوزائیدہ بچے کی جسمانی ضروریات سے لیکر اس کے جوان ہونے تک کی تمام نفسیاتی ضرورتوں کو عورت کی ذات میں ماں کی صورت میں پورا کر دیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مرد کے لیے اسے دل آویزی اور دلربائی کا حسین شاہکار بنا دیا گیا تا کہ بیوی کی صورت میں اس کی رفاقت کی خاطر مرد اولاد کے لیے ہر قسم کے دکھ جھیلنے پر آمادہ ہو۔ عورت کو بچے اور بچے کے والد دونوں کے لیے باعثِ کشش بنانے کے لیے فطرت نے اسے جو پیچیدہ قوتیں، نازک صلاحیتیں اور صفات عطاء کی ہیں ان کی وجہ سے اسے خصوصی سلوک کی ضرورت ہے تا کہ یہ قوتیں، صلاحیتیں اور صفات اپنے پورے حدِ عمل تک کار آمد رہیں اور ان میں ضعف نمودار نہ ہو۔اس استثنائی سلوک کے بغیر عورت اپنا فطری کردار ادا نہیں کر سکتی اور نہ اس کردار کے لیے عطا کی جانی والی ضروری صلاحیتیں اور نزاکتیں برقرار رکھ سکتی ہے۔اور اگر وہ اپنے دائرہ کار سے باہر مرد کے دائرہ کار میں چلی جاتی ہے تو اس کی یہ نازک صلاحیتیں کمزور پڑ جائیں گیں پھر وہ فطرت کے تقاضوں کے مطابق کام نہ کر سکے گی۔ [109]

اسلام نے چونکہ مرد اور عورت کے لیے الگ الگ دائرہ کار کا انتخاب کیا ہے تو اس میں بھی کوئی راز اور کوئی حکمت ضرور ہے کیونکہ مرد و زن جب اکٹھے ایک چھت کے نیچے زندگی بسر کر سکتے ہیں ،جب ایک ساتھ زندگی کی ہر منزل طے کر سکتے ہیں تو پھر دونوں کا دائرہ کار کیوں الگ الگ ہے ؟اس کے دو وجوہ ہیں:

1:اسلام نے دو وجوہ سے مرد اور عورت کے دائرہ کار ایک دوسرے سے الگ رکھا ہے۔پہلی وجہ یہ ہے کہ اس سے دونوں کی عفت و عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔جب بھی دونوں ایک میدان میں کام کریں گے باعفّت زندگی گزارنا ان کے لیے دشوار ہوگا۔اگر عورت و مرد مل جل کر درسگاہوں میں تعلیم حاصل کریں، پارکوں اور میدانوں میں کھیل کود اور تفریح میں حصہ لیں، بازاروں میں بے تکلّفی اور آزادی کے ساتھ لین دین اور کاروبار کریں ،اور خلوت و جلوت میں بغیر کسی روک ٹوک اور پابندی کے ملتے جلتے رہیں اور پھر یہ سلسلہ دو ایک دن کا نہیں بلکہ سالہا سال تک دراز ہوتا چلا جائے اور اسی میں بچپن سے لیکر جوانی اور جوانی سے لیکر بڑھاپے تک سارے مراحل طے ہوتے رہیں تو ان کے جنسی جذبات کا بھڑکنا اور بے قابو ہونا یقینی ہے۔اس کے بعد وہ جنسی بے راہ روی کا آسانی سے شکار ہو سکتے ہیں۔

موجودہ دور میں جہاں کہیں اختلاط مرد و زن کی اجازت دی گئ وہاں اس کا بڑا خطرناک نتیجہ نکلا ہے۔عفت و عصمت اجڑ گئی اور جنسی آوارگی وبائے عام کی طرح پھیل گئی ہے۔

---

[109]۔ اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ۔ شریعہ اکیڈمی)

عفت و عصمت بظاہر ایک اخلاقی قدر ہے لیکن اس سے پورے معاشرے کا رخ متعین ہو تا ہے۔ جس معاشرے میں عفت و عصمت کی کوئی اہمیت نہ ہو وہ آدمی کو ہر طرف سے کھینچ کر زنا اور بدکاری کی طرف لے جاتا ہے اور ایک خاص قسم کا کلچر، تہذیب، معاشرت، ادب اور اخلاق پیدا کرتا ہے اس کی ایک ایک چیز انسان کے جذبات میں آگ لگاتی ہے اور انہیں بھڑکاتی رہتی ہے۔ اس کے خلاف جو معاشرہ عفّت و عصمت کی قدر و قیمت اور عظمت محسوس کرے اس کی تعمیر ایک دوسرے نہج پر ہوتی ہے، اس کے ہر عمل سے شرم و حیا اور کردار کی پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے اور ہر طرف تقویٰ و طہارت کی فضاء چھائی رہتی ہے۔

اسلام عفت و عصمت کے معاملے میں بڑا حسّاس واقع ہوا ہے۔ اس نے مردوزن کے آزادانہ میل جول اور اختلاط سے سختی سے منع کیا ہے ، وہ اس بات کو غلط سمجھتا ہے کہ عورت اور مرد ایک ساتھ مل کر کام کریں اور خود کو ایسی آزمائش میں ڈال دیں کہ اس سے نکلنا ان کے لیے مشکل ہو جائے۔ اس نے زنا اور بدکاری کے ارتکاب ہی سے نہیں بلکہ اس کے قریب جانے سے بھی منع کیا ہے۔ فرمایا: زنا کے قریب مت جاؤ اس لیے کہ وہ بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔[110]

2: عورت و مرد کے لیے دو الگ الگ میدانِ کار تجویز کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں کی قوّتیں اور صلاحیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت جسمانی طور پر مرد سے کمزور ہے وہ زیادہ محنت و مشقت برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر اس کے ساتھ ایسے عوارض بھی لگے ہوئے ہیں جو اسے مسلسل اور سخت محنت سے روکتے ہیں۔ اس کی جوانی کا آغاز بھی ماہواری سے ہوتا ہے اور جب تک وہ بڑھاپے کی حدود میں داخل نہ ہو جائے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے حمل و رضاعت کے سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ ساری کیفیات اس کی صحت، قوّتِ کار اور مزاج پر اثر انداز ہوتی ہیں اور لگاتار سخت جدوجہد اسکی راہ میں مانع ہیں۔ اس لیے فطرت کا تقاضا اور عدل و انصاف سے قریب تربات یہی ہے کہ عورت پر اس سے کچھ کم بوجھ ڈالا جائے جتنا بوجھ مرد پر ڈالا جاتا ہے۔ محنت و مشقت کے کام مرد کے سپرد کیے جائیں اور عورت کو ان کاموں میں لگایا جائے جو زیادہ محنت طلب نہیں ہیں۔ اسلام نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ عورت گھر سنبھالے اور مرد باہر کی خدمات انجام دے۔

عورت کا مزاج، رجحان اور نفسیات بھی اسی کا تقاضا کرتے ہیں۔ عورت کے اندر محبت، دلداری، ہمدردی و غم خواری، ایثار و قربانی، صبر و تحمل، حلم و بردباری اور خدمت کے جذبات مرد سے زیادہ ہیں، ان کی وجہ سے وہ اپنے ماحول کو مسرّت اور خوشی، راحت اور سکون اور دلجوئی اور محبت سے بھر سکتی ہے لیکن زندگی کے شدائد اور مشکلات کا سامنا کرنے اور ہر طرح کی نشیب و فراز میں ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی میں جفاکشی، عزم و ہمت، پامردی اور شجاعت جیسی صفات پائی جائیں۔ یہ صفات مرد میں زیادہ ہیں۔ گھر اور

---

[110]۔ عورت اور اسلام۔۔ ص:9,10) (بنی اسرائیل 32)

خاندان نسبتاً پر سکون ماحول فراہم کرتے ہیں۔ اس میں عورت کی خوبیاں زیادہ نکھر کر سامنے آسکتی ہیں اور ان سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا۔۔ زندگی کے پیچیدہ اور اور دشوار مسائل کا سامنا مرد کر سکتا ہے۔ اس لیے فطری طور پر اسی کو ان سے عہدہ بر آ ہونا چاہیے۔ [111]

قرآن وسنت کے احکامات سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کا نظام چلانے کے لیے صرف مردوں ہی کو ذمہ دار قرار دیا۔ احکام کی نوعیت، پسِ منظر اور انداز تخاطب واضح کرتا ہے کہ ان احکام کے بجالانے کے لیے عورت کی تو سرے سے کہیں گنجائش ہی نہیں۔ اسے تمام کاموں، ذمہ داریوں، اور جھنجھٹوں سے آزاد کر کے دنیا کی امامت کا بارِ عظیم مردوں کے حوالے کر دیا اور روزِ حساب کو وہی اس کی جواب دہی کریں گے۔

خاندان کی ابتدا میاں بیوی کے تعلق بذریعہ نکاح سے ہوتی ہے۔ نکاح کے احکام نازل کرتے وقت ان رشتوں کی مکمل تفصیل سورۃ نساء آیت ۲۴، ۲۳ میں تفصیل بتاتے وقت مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ تعدد ازواج کے احکام نازل ہوئے تو مردوں کے لیے، طلاق کا حق دیا تو مردوں کو۔ گھریلو نظام کی مرکزیت قائم رکھنے کے لیے مرد کو عورت پر قوّام ٹھہرایا، گھریلو تنظیم میں مرد کی شہنشاہیت بتائی، اسی طرح مہر، نفقہ، ظہار اور لعان کے احکام مردوں ہی کو مخاطب کر کے نازل کیے گئے ہیں۔ [112]

دین میں عبادات کی اہمیت سے ہر بندہ واقف ہے حقیقت میں یہ روحِ دین اور جانِ شریعت ہے۔

لیکن شریعت کی نگاہ میں اجتماعی عبادات میں عورت کی شرکت سے زیادہ اس بات کو اہمیت دی گئی ہے کہ عورت اپنے محاذ پر جمی رہے۔ اس کا کسی اجتماعی پروگرام سے الگ رہنا معاشرے کے لیے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا کہ اس کا اپنے مرکز کو چھوڑنا ضرر رساں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مردوں کے لیے تمام نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرنا ضروری ہے جبکہ عورت یہی عمل اپنے گھر کے کونے میں بھی ادا کر سکتی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''کہ عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں''

اسی طرح نماز جنازہ کے احکام مردوں کے لیے ہیں، عورت ان سے مستثنیٰ ہے۔ نماز جمعہ کے احکام دیکھئے، طرز تکلم مردوں کے لیے ہیں، عورتوں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے، سفر کے احکام بھی مردوں کے لیے ہیں، عورت کے لیے سفر کے احکام جدا ہیں۔ عورت کو سفر میں محرم کے ساتھ ہونے کی سہولت میسر کی گئی ہے۔ جہاد کے جملہ احکام مردوں کے لیے ہیں، عورتوں پر جہاد فرض نہیں۔ البتہ عورت کو بحالتِ مجبوری جہاد میں حصہ لینے سے منع بھی نہیں کیا گیا بلکہ وہ مجاہدین کی خدمت کے لیے مناسب طریقے سے جہاد میں شریک ہو سکتی ہے۔

جمعے کے نماز کے متعلق طارق بن شہاب نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[111]۔ عورت اور اسلام۔ ص 11)

[112] اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ۔ ص ۱۱۔ شریعہ اکیڈمی

**الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة إلا أربعة عبد مملوك أو امرأة أو صبى أو مريض۔**[113]

(جمعہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے سوائے چار قسم کے لوگوں کے، غلام، عورت، بچہ اور مریض۔)

اسلام کی نظر میں عورت کا گھر میں رہ کر اپنی ذمہ داریاں انجام دینا عملِ جہاد ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا:

"جهاد المرأة حسن التبعّلِ لزوجها" [114]

(کہ بیویوں کا جہاد شوہروں کی خدمت ہے)

حدیثِ نبوی ﷺ میں ہے:

**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قعد –أو كلمة نحوها– منكن في بيْتها فإنها تدرك عمل المجاهد في سبيل الله.** [115]

(اور جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی)

فرید وجدی سوشلسٹ فیلسوف کا قول نقل کرتے ہیں، وہ کہتا ہے:

"میں اس بات پر پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہوں کہ مشاہدات و براہین اور تجارب سے ثابت کردوں، کہ جس طرح عورت مرد سے طاقت میں بدرجہا کم ہے اسی طرح کاروباری دنیا، اخلاقی میدان، اور عالمِ فلاسفہ میں بھی مرد سے بہت پیچھے ہے اور قدرت کا مقصود ہی یہی ہے کہ ہمیشہ پیچھے رہے۔ پس اگر عورت نے وہ اقتدار حاصل کرلیا جس کے لیے تم کوشش کر رہے ہو اور وہ مرد کے مقبوضات میں داخل ہو گئی تو اے میرے عزیز دوست اچھی طرح سمجھ لو کہ پھر عورت کا معاملہ حد سے گزر جائے گا، اور صاف بات یہ ہے کہ وہ غلامی میں گرفتار ہو جائے گی۔" [116]

اسلام کے مقابلے میں تہذیبِ مغرب نے عورت کی نزاکت، حسن، لطافت اور فطرت کو مساوات کے پردے میں مسخ کر کے اوّلاً اسے گھر جیسی پُرامن جگہ سے نکالا، شانہ بشانہ چلنے کا خوشنما نعرہ دیا، دفتروں، شاپنگ سنٹروں، ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں میں

---

[113] **سنن أبي داود-- باب الْجُمُعَةِ لِلْمَمْلُوكِ وَالْمَرْأَةِ.--412/1)**

[114] خاتونِ اسلام کا دستورِ حیات ۔ص 105 )

[115] **مسند البزار-- باب مسند ابی حمزہ انس ابن مالک-)--339/13)**

[116] مسلمان عورت:ص 63)

لا بٹھایا، فضائی کمپنیوں میں سیر و تفریح کے نام پر اسے مردوں کی دل بستگی کا ذریعہ بنایا، اور آجکل تو بسوں میں بھی مسافروں کے دل بہلانے کے لیے خوبصورت لڑکیوں کو رکھا گیا ہے۔ احترام اور نسوانیت کو ختم کر کے نسوانی آزادی جیسی پر فریب اصطلاح کے پردے میں بڑی خوبصورتی اور چالاکی سے اسے اپنا معاشی بار خود اٹھانے پر مجبور کر دیا اور یوں مرد عورت کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گیا۔[117]

جدید نظریہ ہائے حیات عورت کو مرد کے مساوی قرار دیکر عورت پر معاش کی مساوی ذمہ داریاں ڈال دیتے ہیں۔ بلکہ اب جدید مغربی تہذیب خاندان کی ذمہ داریاں مرد سے کہیں بڑھ کر عورت پر ڈالتی ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۸۹ء میں امریکہ کا دورہ کرنے والے ایک پاکستانی وفد کے ارکان سے بعض امریکی اسلام میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے عام طور پر سوال کرتے جن میں طنز کی چبھن ہوتی، چنانچہ وفد کے ایک رکن نے تنگ آکر ان سے سوال کیا کہ امریکہ میں دی جانی والی آزادی کے نتیجے میں اب ایک مرد اور عورت کو یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ کوئی قانونی ذمہ داری پوری کیے بغیر ایک ہی گھر میں جب تک چاہیں میاں بیوی کے تعلقات قائم کرتے ہوئے زندگی گزار سکتے ہیں اور جب چاہیں ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔ امریکی فلسفیوں، دانشوروں، اور قانون دانوں کی حمایت سے دی جانی والی اس قانونی آزادی کی نتیجے میں جب ایسے مرد اور عورت ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں تو مرد کے آثار وباقیات، جو عورت کے جسم میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں، ان کی ذمہ داری صرف عورت ہی پر کیوں ڈالی جاتی ہے؟ اور یہ کہ کیا امریکی فلسفیوں نے اس طرح عورت کو مرد کی تسکین محض کا ذریعہ نہیں بنا کر رکھ دیا؟ مزید یہ کہ کیا یہ قانون عورت کیلیے ظالمانہ نہیں؟ تنہا عورت ہی مرد کی ذمہ داریوں کا بوجھ کیوں اٹھائے؟ یہ سوالات سن کر امریکی سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ دے سکے۔ (یہ رپورٹ ہفت روزہ تکبیر کراچی کے ۱۹۸۹ء کے ایک شمارے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ د

ڈو آفرینوں نے امریکن عورتوں کی علمی اور صنعتی ترقی پر اپنے رسالہ "انیس الجن" میں لکھا ہے:

"مگر ان باتوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس قدر عورت علوم و ہنر میں زیادہ وسعت حاصل کرتی ہے۔ اسی قدر مرد اس کو طلاق دیتا چلا جاتا ہے، چنانچہ طلاق کی زیادہ صورتیں ولایات متحدہ امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ وہاں یہ معاملہ حیرت انگیز حد تک ترقی کرتا ہے۔"[118]

[117] انیس الجن۔ بحوالہ مسلمان عورت: ص 77

[118] انیس الجن۔ بحوالہ مسلمان عورت: ص 77)

مشرق عورتوں کے متعلق جو رائے رکھتا ہے اس کو ظالمانہ رائے کہنا ظلم اور صریح ظلم ہے۔ مشرق اگر عورتوں کو ناقصات العقلِ والدین کا لقب دیتا ہے تو کیا ظلم کرتا ہے جبکہ علمائے یورپ میں ایک عالم عورت کی عقل کو طفلِ شیر خوار کی عقل، دوسرا انسان کے ابتدائی اور ناقص دور کی یادگار، اور تیسرا ضعیف ترین بتلاتا ہے۔[119]

[119] مسلمان عورت: ص69

## خواتین میدانِ کسبِ معاش میں:

بنیادی طور پر کسبِ معاش کی ذمہ داری مرد پر ہے لیکن حالات وواقعات کی مناسبت سے یہ ذمہ داری اگر عورت پر بھی آجاتی ہے تو اسلام اس کو ممنوع قرار نہیں دیتا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنِساء نصيب مما اكتسبن وَاسألوا اللّٰه من فضله﴾۔[120]

"مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کے مطابق حصہ ہے۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔"

عورت نصف انسانیّت ہے۔ مرد انسانیّت کے ایک حصہ کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسرے حصّہ کی ترجمانی عورت کرتی ہے۔ عورت کو نظر انداز کر کے نوعِ انسانی کے لیے جو بھی پروگرام بنے گا وہ ناقص اور ادھورا ہوگا۔ ہم ایسی کسی سوسائٹی کا تصور نہیں کر سکتے جو تنہا مردوں پر مشتمل ہو، اور جس میں عورت کی ضرورت نہ ہو۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے یکساں محتاج ہیں نہ عورت مرد سے مستغنی ہو سکتی ہے اور نہ مرد عورت سے بے نیاز۔

موجودہ دور میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں یا بالقصد پیدا کی جاتی ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد کے برابر حیثیت نہیں دی ہے اور اس کی تگ ودو پر اتنی پابندیاں عائد کر دی ہیں کہ وہ زندگی کی دوڑ میں لازماً مرد سے پیچھے رہ جاتی ہیں اور ہمیشہ مرد کی زیرِ دست رہتی ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے مساواتِ مرد وزن کا علم بلند کیا۔ اس نے کہا خدا کی نظر میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اور ان کے کامیابی وناکامی کے اصول بھی ایک ہیں۔ لیکن وہ موجودہ دور کے اس تصوّرِ مساوات کو غلط سمجھتا ہے کہ دونوں کو ایک میدان میں کام کی اجازت ہونی چاہیے اس کے بغیر ان کے درمیان مساوات باقی نہیں رہ سکتی۔ اسلام کے نزدیک عورت کو گھر کی اور مرد کو باہر کی ذمّہ داری اٹھانی چاہیے۔ اس لیے کہ دونوں کے دائرہ ہائے کار فطری طور پر الگ ہیں۔ پھر یہ کہ عورت پر گھر کی ذمہ داری ڈالنے کا ہر گز یہ مطلب ہیں کہ امورِ خانہ داری کے سوا دنیا کے سارے کام اس کے لیے ممنوع ہیں۔ اسلام کا قصد صرف یہ ہے کہ عورت اصلاً گھر کی مالکہ اور منتظمہ ہے اسے باہر کی دنیا کو آباد کرنے کی فکر میں گھر کو اجاڑ نہیں دینا چاہیے۔ خانگی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے بعد وہ اپنے حالات، او ضرورت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے زندگی کے مختلف میدانوں میں دلچسپی لے سکتی ہے۔ تاریخ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین نے اپنے فطری دائرہ میں کام کرتے ہوئے بہت سے شعبوں میں فی الواقع دلچسپی اور حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے۔[121]

---

[120]۔ نساء:32

[121]۔ عورت اور اسلام۔ ص 5

موجودہ تہذیب عورت اور مرد کے درمیان سماجی روابط قائم کرنے میں ناکام ہے۔اس نے عورت اور مرد کا سماجی رشتہ متعین کرنے میں غلطی یہ کی کہ عورت کو اس کے حقیقی مقام سے ہٹا کر مردوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ چنانچہ وہ مرد کے دائرہ کار میں تو تگ ودو کرتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن اس میدان سے غائب ہے جس کے لیے فطرت نے اس کی تخلیق کی تھی۔[122]

ہماری معاشرت میں گھریلو نظام کو چلانا عورت کی ذمہ داری ٹھہرائی جاتی ہے۔ لیکن اس کو بنیاد بنا کر اس کو اصولِ شرعی قرار دیا جاتا ہے کہ عورت گھر کے اندر رہے گی، گھر سے باہر کاروبار زندگی میں حصہ نہیں لے سکتی، ملازمت نہیں کر سکتی۔ غرض معاش کے لیے میدانِ عمل میں نہیں نکل سکتی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورت کی حیثیت اور حقوق کا تعین کیا اور انہیں مذہب معاشرت، سیاست اور زندگی کے دیگر شعبوں میں اہمیت دی۔[123]

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**﴿ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف﴾۔**[124]

(اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل انہی مردوں کے حقوق کے ہیں)

اور پھر فرمایا:

**﴿هن لباس لكم وأنتم لباس لهن﴾** ۔[125]

(وہ تمہارے لیئے اوڑھنا بچھونا ہیں اور تم ان کے لیئے اوڑھنا بچھونا ہو)

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسان کو پیدائشی طور پر جو حقوق حاصل ہوتے ہیں، مردوں اور عورتوں کے درمیان ان میں کوئی فرق وامتیاز نہیں ہے۔ انہی حقوق میں سے ایک حق وسائلِ رزق سے استفادہ اور کسبِ معاش کے سلسلے میں جدوجہد کرنے کا ہے یعنی مرد وزن مساوی طور پر یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ دینی ضابطوں کی پابندی کے ساتھ حصولِ رزق کیلیے جدجہد کریں۔

---

[122] عورت اسلامی معاشرہ میں۔ ص13

[123] سہ ماہی مجلہ فکر و نظر، اپریل۔جون:1995، شمارہ4، ص89

[124] بقرہ: 228

[125] بقرہ:187

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے اگرچہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام عورت کی اصل اور زیادہ تر توجہ گھریلو امور و معاملات کی طرف رکھنے کی ہدایت کرتا ہے تاکہ وہ عورت ان کو سدھارنے اور بہتر سے بہتر بنانے کی پوری سعی و کوشش کرے۔ تاہم وہ بوقتِ ضرورت ایسے فرائض میں بھی حصہ لے سکتی ہے جو اجتماعی امور و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسلمان عورت اسلامی حجاب کی پابندی کے ساتھ کسبِ معاش کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکتی ہے، ہر میدانِ عمل، خواہ وہ محکمہ تعلیم ہو، صحت کے امور سے متعلق ہو یا کارخانہ و فیکٹری کی ملازمت ہو، اگر خواتین کو تحفظ حاصل ہو تو اسلام ان کے ذریعہ روزگار پر کوئی قدغن عائد نہیں کرتا۔[126]

عہدِ نبوی ﷺ میں بہت سی عورتیں تجارت کیا کرتیں تھیں حضرت خدیجہؓ کی تجارت شام سے وسیع پیمانے پر تھی۔ حضرت خدیجہؓ کی ایک بہن حضرت ہالہؓ کی عہد میں چمڑے کی کھال کی تجارت کیا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے شادی کے سلسلے میں ان سے اپنے ایک ساتھی اور ہم عمر حضرت عبداللہ بن حارث ہاشمی کے ساتھ بازار یا ان کے مقامِ تجارت پر ملاقات کی تھی۔[127]

حضرت قیلہؓ (امِّ بنی انمار) نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

''انّی إمرأة ابیعُ و اشتری ۔[128]

(کہ میں ایک ایسی عورت ہوں، جو مختلف چیزوں کو بیچتی بھی ہوں اور خریدتی بھی ہوں۔)

اسی طرح حضرت خولہ، ملیکہ، ثقیفہ اور امّ ورقہ عطریات کی تجارت کیا کرتیں تھیں۔ اسماء بنتِ مخرمہؓ دورِ عمرؓ میں عطر کا کاروبار کرتی تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں:

''ان کا بیٹا عبداللہ بن ابی ربیعہ یمن سے عطر بھیجتا تھا اور وہ اسے بیچتی تھی اور ہم ان سے خریدتے تھے۔'' [129]

حضرت حولاء ''العطّار'' کے نام سے مشہور ہوگئی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ کے خانہ مبارک میں آتی تھی اور عطر فروخت کرتی تھی اور رسول اللہ ﷺ ان کو ان کے عطر کی خوشبوؤں سے پہچانا کرتے تھے۔ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں پایا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا کہ تم لوگوں نے ان سے کچھ خریدا بھی ہے یا نہیں؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ آج وہ کاروبار کی غرض سے نہیں

---

[126] سہ ماہی مجلہ فکر و نظر، اپریل۔ جون: 1995، شمارہ 4، ص90

[127] تفسیر بن کثیر ج 1، ص266,267)

- [128]-ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ 8/311

[129] ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ 8/300

آئیں، اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی شکایات کا تدارک کیا۔[130]

حضرت ملیکہؓ جو مشہور صحابی حضرت سائب بن اقرع ثقفیؓ کی ماں تھی عطر فروشی کا کام کرتی تھی۔ ان کے فرزند حضرت سائب کا بیان ہے کہ میری ماں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عطر فروشی کے ارادے سے پہنچیں، رسول اللہ ﷺ نے عطر خریدنے کے بعد ان سے ضرورت وحاجت کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا حاجت تو کوئی نہیں ہے، لیکن میرے چھوٹے بچے کے لیے (جو ان کے ساتھ تھے) دعا فرمادیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔[131]

عورتیں اپنے شوہر اور باپ کے ہمراہ آؤٹ ڈور کاموں بھی حصہ لیتی تھیں، وہ صبح اور دوپہر کے وقت کھیتوں میں کھانا لاتی تھیں اور دوسرے کام بھی کیا کرتی تھیں۔ اس کی وضاحت حضرت موسیٰؑ کی قصے سے ہوتی ہے جب وہ مصر چھوڑ کر مدین چلے گئے تو انہیں دو لڑکیاں ملیں جو اپنی بھیڑوں کی نگرانی کر رہی تھیں اور چرواہوں کے آنے سے پہلے اپنے جانوروں کے لیے کنویں سے پانی نکالتی تھیں۔[132]

## خواتین میدانِ طبابت میں:

بعض خواتین پیشہ ور جرّاح اور طبیب کی حیثیت سے اپنے فن سے کماتی بھی تھیں۔ فی سبیل اللہ علاج ومعالجہ کی خدمات تو غزوات، مہمات تک ہی محدود ہو سکتی تھیں کیونکہ وہ طبی خدمت کے لیے تو جنگ میں شریک ہوتی تھیں لیکن زمانہ امن وامان اور عام حالات میں علاج معالجہ ایک پیشہ ورانہ ذریعہ آمدنی تھا۔ روایات سیرت وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی واسلامی دونوں ادوار میں خواتین طبابت سے آمدنی حاصل کرتی تھیں۔ گھریلو دوا دارو یا علاج معالجہ ایک عام فن تھا، اور بہت سی خواتین مردوں کی مانند بسا اوقات فوری علاج کی خدمت انجام دے لیتی تھیں۔۔ مزید وضاحت کے لیے کچھ مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

ا: حضرت فاطمہؓ نے غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے زخموں سے بہتے ہوئے خون کا علاج کیا تھا۔ انہوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھ دی تھی اور خون بند ہو گیا تھا۔[133]

---

[130] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ۔ 5/ 432

[131] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ۔ 5/ 549 دار

[132] القصص: 221

[133] بلاذری: ج 1۔ ص 324۔ بحوالہ پاکستانی معاشرے میں عورت کا معاشی کردار: 219

حضور اکرم ﷺ کی آخری بیماری میں حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت امّ سلمہؓ نے آپ کے دہن مبارک میں کھلی اور تیل (الکست و الزیت) کی بنی ہوئی دوا زبردستی ڈال دی تھی۔ یہ خاص طبی نسخہ ان دونوں خواتینِ عصر نے اپنے قیامِ حبشہ کے زمانے میں سیکھا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ عودِ ہندی (ورس) اور تیل سے بنی ہوئی دوا تھی۔ بہر حال خواتینِ مکرّم نے حبشی طب سے استفادہ کر کے اس کا استعمال کیا تھا۔[134]

اس کے علاوہ بہت سے ایسی خواتین کی حالات ملتے ہیں جنہوں نے طب و جراحت میں مہارت حاصل کر کے شہرت پائی، چنانچہ بنی عود میں زینب بڑی طبیبہ اور ماہرِ امراض چشم تھیں۔[135]

حضرت عمرؓ نے مشہور صحابیہ حضرت شفاء بنت عبد اللہ عدویہؓ کو بازار سے متعلق بعض ذمہ داریاں سونپا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

**أسلمت الشفاء قبل الهجرة فهي من المهاجرات الأول، وبايعت النبي صلى الله عليه وسلم كانت من عقلاء النساء وفضلائهن---- وكان عمر يقدمها فِي الرأي ويرضاها ويفضلها، وربما ولاها شيئا من أمر السوق۔**[136]

(حضرت شفاء ہجرت سے پہلے اسلام لا چکی تھی، وہ ابتدائی مہاجرین میں سے تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت بھی کی تھی وہ عقل و فہم اور فضیلت والی عورتوں میں سے تھیں۔۔۔ حضرت عمرؓ ان کو رائے اور مشورہ میں ترجیح دیتے، ان کی رائے اور رضامندی لیتے اور ان کو فضیلت دیتے۔ اور بازار کے امور سپرد کرتے تھے۔)

اس روایت سے صراحت کے ساتھ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ امور جو عموماً مردوں کے سپرد کیے جاتے تھے، ضرورت کے تحت خواتین کو بھی ان پر مامور کیا جا سکتا ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں کی انجام دہی اور مردوں کے ساتھ مل کر امور کی انجام دہی کے مظاہر تو آج بھی کثرت کے ساتھ ہمارے معاشرے میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس کو اسلامی روایت کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ اور حضرت جابرؓ کی خالہ کا بالترتیب لکڑیوں کو جنگل سے لانا اور فروخت کرنا اور اپنے کھجور کے درختوں کی دیکھ بھال بنیاد فراہم کرتا ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ خواتین بالعموم ضرورت ہی کی وقت ملازمت اختیار کرتی ہیں۔ ان خواتین کا تناسب بہت ہی کم ہے جو صرف شوق کے لیے ملازمت کرتی ہیں۔ اس لیے جہاں اسلام خواتین کو اس بات کی اجازت دیتا ہے اور کوئی قدغن نہیں لگاتا کہ وہ اسلامی حدود کے پابندی کے ساتھ معاش کر سکتی ہیں، وہاں یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ غیر ضروری طور پر ملازمت اختیار کر کے اپنے گھریلو نظام کو درہم برہم کرنا اور اولاد کی تربیت سے غفلت بھی کوئی مناسب رویہ نہیں۔

---

134 صحیح البخاری: کتاب الطب، باب الدود

135 المرأة فی تصور الاسلامی: ص 64

136 الاستيعاب في معرفة الأصحاب--باب الشفاء أم سُلَيْمَان بْن أبي حثمة--1868/4)

جس طرح پہلے ذکر کیا گیا کہ اسلام خواتین کو عند الضرورت کسبِ معاش سے منع نہیں کرتا بلکہ بعض اُن صورتوں میں تو یہ کسب ان پر واجب کر دیتا ہے جہاں کہ امور خواتین سے متعلق ہو، مثلاً کئی ایسے شعبے ہیں جہاں مردوں کا عمل دخل شریعتِ اسلامیہ ہرگز پسند نہیں کرتی جیسے عورتوں کے علاج معالجے سے متعلق امور، ان کے لباس اور دوسری ضروریات کی تیاری وغیرہ۔ اسی طرح شریعتِ محمدی ﷺ ضرورت کے وقت بعض سخت شرائط میں نرمی بھی کرتا ہے۔ جس کے لیے درجہ ذیل حدیث بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے:

**عن جابر قال طلقت خالتى ثلاثا فخرجت تجد نخلا لها فلقيها رجل فنهاها فأتت النبى –صلى الله عليه وسلم– فذكرت ذلك له فقال لها « اخرجى فجدى نخلك لعلك أن تصدقى منه أو تفعلى خيرا۔[137]**

"حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ میری خالہ کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی۔ (طلاق کے بعد ان کو عدّت کے ایام گھر میں ہی گزارنے چاہیے تھے) لیکن انہوں نے (عدّت کے دوران ہی) اپنے کھجور کے چند پیڑ کاٹنے (اور فروخت کرنے) کا ارادہ کیا تو ایک صاحب نے سختی سے منع کیا۔ (کہ اس مدّت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے) یہ حضور ﷺ کی خدمت میں استفسار کے لیے چلی گئیں تو آپ ﷺ نے جواب دیا "کھیت میں جاؤ" اور اپنے کھجور کے درخت کاٹو (اور فروخت کرو) اور اس رقم سے بہت ممکن ہے تم صدقہ یا اور کوئی بھلائی کا کام کر سکو (اس طرح یہ تمہارت لیے اجرِ آخرت کا سبب ہو گا۔"

ایک دوسری روایت حضرت سہلؓ روایت کرتے ہیں:

**كانت فينا امرأة تجعل على أربعاء في مزرعة لها سلقا فكانت إذا كان يوم جمعة تنزع أصول السلق فتجعله في قدر ثم تجعل عليه قبضة من شعير تطحنها فتكون أصول السلق عرقه وكنا ننصرف من صلاة الجمعة فنسلم عليها فتقرب ذلك الطعام إلينا فنلعقه وكنا نتمنى يوم الجمعة لطعامها ذلك۔[138]**

"حضرت سہل کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک عورت تھی جمعہ کے دن وہ چقندر کی جڑیں نکال کر انہیں ہنڈیا میں ڈال کر پکاتی تھی اور اس پر مٹھی بھر جو کا آٹا پیس کر ڈال دیتی تھی۔ ہم ہر جمعہ کو نماز کے بعد اس کو سلام کرتے، وہ یہ کھانا ہمارے سامنے لاتی اور ہم چٹ کر جاتے۔ ہمیں اس کھانے کی وجہ سے جمعہ کے دن کا بہت خیال رہتا تھا۔"

ان روایات اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ خواتین کا کسبِ معاش کیلیے اپنے دائرہ کار سے باہر کی دنیا میں قدم رکھنا، اور کسبِ معاش کرنا کوئی غیر اسلامی فعل نہیں ہے بلکہ اسلامی روایت کے مطابق ہے۔ کیونکہ عہدِ نبوی اور اسلامی ادوار میں خواتین کو کاروبار کرنے اور کسب اختیار کرنے کا حق حاصل تھا اور اس حق کو خواتین نے خوب استعمال کیا تھا۔

---

[137] سنن أبي داود-- باب فِى الْمَبْتُوتَةِ تَخْرُجُ بِالنَّهَارِ--(257/2)

[138] صحيح البخاري-- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلاَةُ فَانْتَشِرُوا فِي الأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ-13/2)

آنحضرت ﷺ اپنے دور میں بہت سے ایسی عورتوں سے ملے جو مختلف ہنروں کی ماہر تھیں لیکن آپ ﷺ نے کبھی انہیں منع نہیں فرمایا۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ گھریلو حالات اور معاشی دباؤ کے تحت اگر عورت کو کاروبارِ زندگی میں قدم رکھنا پڑے تو انہیں مختلف ہنر سیکھنے چاہئیں۔

## عورت کی فکرِ معاش کے اسباب:

سب سے پہلے تو یہ فیصلہ کرنا خاتون کا حق ہے کہ اس کو ملازمت کے لیے باہر نکلنا چاہیے یا نہیں۔ کیا اس کی ضرورت گھر میں زیادہ ہے؟ کیا باہر کا نقصان اور ملازمت کرنے کا فائدہ برابر ہے؟ دونوں کا موازنہ کر کے انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔

پہلی اور خاص طور پر دوسری جنگِ عظیم کی بے پناہ تباہ کاریوں کے باعث مغربی معاشروں میں افرادی قوّت کا بحران پیدا ہو گیا تھا۔ ان کے ماہرین کے نزدیک اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ خواتین کو معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں زیادہ سے زیادہ شریک کرلیں۔ خواتین کی معاشی جدوجہد پر بات کرتے ہوئے پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں عورت ملازمت کیوں کرے جب کہ اس کی اور خاندان کی کفالت مرد کے ذمے ہے۔؟

اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ عورت معاشی مصروفیت سے آزاد رکھی گئی ہے تاکہ وہ خاندان کی بقا اور ترقی پر پورا وقت صرف کر سکے لیکن بعض اوقات اسے اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ عورت کوئی دوسرا کام کرنے کا حق ہی نہیں رکھتی یا اس کے لیے معاشی جدوجہد کے تمام راستے بند ہیں۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ اسلامی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں نے اپنے گھروں کے علاوہ معاشی جدوجہد میں ہمیشہ حصہ ڈالا ہے۔ آج کی عورت بھی معاشرے میں مصروفِ عمل ہے اس کے باہر نکلنے کے بہت سارے اسباب ہیں جن میں چند نمایاں اور اہم اسباب کا مختصراً ذکر درج ذیل ہے:

### ا: بیوگی، بے سہارگی اور شوہر سے مالی تعاون:

عورت کا ملازمت کرنا اسلام کی عائلی نظم کی روح سے متصادم ضرور ہے تاہم اسے حرام قرار نہیں دیا جاتا خاص طور پر جب یہ ملازمت ذاتی مجبوری اور حالات و حوادث کے دباؤ کے تحت کی جارہی ہو تو یہ فعل اسلام کی نظر میں قابلِ تحسین بن جاتا ہے۔ جب شوہر کی معذوری یا موت یا شوہر کی مالی حالت کا اچانک کسی بحران شکار ہو جانے پر عورت کا جذبہ رفاقت اسے مجبور کرتا ہے کہ آگے بڑھ کر محنت اور ملازمت کر کے شوہر کے لیے سہارا ثابت ہو یا اس کی موت کی صورت میں معصوم بچوں کی کفالت کا فریضہ سرانجام دے۔ ایسے لمحات بھی پیش آتے ہیں کہ باپ بوڑھا ہو اور اس کی صرف بیٹیاں ہیں یا بیٹے سب سے چھوٹے ہیں اور کنبے کی معاشی حالت خراب ہو تو چھوٹے بہن بھائی اور بوڑھوں کی کفالت اور گھر کی دال روٹی چلانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ کسی مناسب ملازمت کے لیے خاتونِ خانہ گھر سے باہر قدم رکھیں تو ایسا کرنے میں کوئی شرعی اور اخلاقی قباحت نہیں ہے۔ اس کی مثال حضرت شعیبؑ کی زندگی سے لی جاسکتی ہے وہ خود بوڑھے ہیں اور گھر میں کوئی بیٹا نہیں ہے تو ان کی دو بیٹیاں روزانہ کنویں پر پانی بھرنے کے لیے جاتی ہیں، جس میں ایک دن ان کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے ہوتی ہے۔ موسیٰؑ نے ان سے اس حال میں کھڑے ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس انتظار میں ہیں کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں تو بعد میں ہم پلائیں گے کیونکہ ہمارا باپ کمزور اور بوڑھا ہے وہ یہاں آنے کے قابل نہیں ہے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے ان کی مدد کی۔[139]

---

[139]۔ سورۃ القصص:23,24

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی صنعت و حرفت سے واقف تھیں اس کے ذریعے اپنے اور اپنے خاوند اور اپنے بچوں کے اخراجات پورے کرتی تھی۔ ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

**امرأة عبد الله بن مسعودوكانت امرأة صناع اليد فكانت تنفق عليه وعلى ولده من صْعتها، فقالت: يا رسول الله إني امرأة ذات صنعة أبيع منها، وليس لي ولا لولدي ولا لزوجي نفقة غيرها فهل لي من أجر فيما أنفقت؟ قال: فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أنفق عليهم فإن لك في ذلك أجر ما أنفقت عليهم۔**[140]

"عبداللہؓ کی بیوی ایک کاریگر خاتون تھی،،اور اسی سے وہ اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرتی تھی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں ایک کاریگر ہوں چیزیں تیار کر کے فروخت کرتی ہوں (اس طرح تو میں کما سکتی ہوں لیکن (میرے شوہر اور بچوں (کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے) اس لیے ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔ اور دریافت کیا کہ کیا وہ ان پر خرچ کر سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا، ہاں تم کو اس کا اجر ملے گا۔"

روزنامہ "جناح "نے ایسی خواتین کے شب و روز جاننے کے لیے جو کہ نامساعد حالات میں اپنے گھر والوں کو support کر رہی ہیں ایک سروے کیا جن میں سے چند خواتین کے حالات درج ذیل ہیں:

- نورین ایک کمپنی میں ادویات کی پیکنگ کا کام کرتی ہے اس کا کہنا ہے کہ اگرچہ کام کافی محنتِ طلب ہے لیکن اب میں عادی ہو گئی ہوں اور اب مجھے زیادہ دشواری سامنے نہیں آتی۔ ہم آٹھ بہنیں ہیں اور صرف والد کمانے والا ہے جس کی وجہ سے اخراجات پورے نہیں ہوتے، میں سب سے بڑی ہوں اور میں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے، میں نے سوچا کیوں نہ میں اپنے والد کا ہاتھ بٹاؤں اور ان کے بوجھ کو کسی طور پر کم کرنے کی کوشش کروں۔
- بشریٰ ایک کپڑوں کی سلائی کی فیکٹری میں کام کرتی ہے اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے ۴ بچے ہیں، اس کا کہنا ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ گھریلو ضروریات پوری کرنے اور بچوں کو پالنے کے لیے اسے مجبوراً گھر سے نکلنا پڑا، چھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے بعد بھی اتنی تنخواہ نہیں ملتی جس سے اخراجات پورے ہوں اس لیے وہ رات کو اہل محلہ کے کپڑوں کی سلائی کرتی ہوں، وہ کہتی ہے کہ میں اس لیے سخت محنت کر رہی ہوں کہ کل میرے بچے پڑھ لکھ کر کچھ بن جائیں اور میرا سہارا بنیں۔

خالدہ اپنے گھر میں مصالحہ جات تیار کرتی ہے اور پھر انہیں دکانوں میں بیچتی ہے اس کا کہنا ہے کہ میرے دو بچے ہیں، شوہر معذور ہے وہ گھر میں بیٹھ کر لفافے تیار کرتا ہے، ہم دونوں کام کرتے ہیں اس کے باوجود

[140] ۔مسند الإمام أحمد بن حنبل-- حديث رائطة إمرأة عبد الله--**25/494**)

گزارامشکل ہوتاہے،لیکن میں اپنے بچوں کو پڑھاضرور رہی ہوں تاکہ انہیں کسی قسم کا احساسِ کمتری نہ ہو اور معاشرے میں سر اٹھاکر جی سکیں۔[141]

## ۲: متعیّن معاشی حقوق سے محرومی:

پاکستانی معاشرہ میں عورتوں کو حقِّ وراثت اور حق مہر حاصل کرنے میں کافی مسائل کاسامناہے،اکثرباپ تو اپنی زندگیوں میں ہی جائیداد بیٹوں کے نام کرجاتے ہیں،لڑکیوں کی شادی اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ جائیداد دوسرے گھر میں داماد کے ہاتھ چلی جائیں گی۔اگرشادی ہو بھی جاتی ہے تونان ونفقہ کے حصول میں بھی بیوی کو بہت سے مسائل کاسامناکرناپڑتاہے۔

اسی وجہ سے ان میں غربت،بے بسی اور کمزوری کا احساس نشوونماپاتاہے۔اپنی اسی بے بسی اور کمزورحیثیت کو دور کرنے کے لیے عورتیں خود ملازمت کے لیے گھروں سے باہر نکل آتی ہیں۔

روزنامہ پاکستان لکھتاہے:

"پاکستان کی ساری عورتیں ملازمت پیشہ نہیں ہیں،جس کی وجہ سے وہ اپنی مرضی سے روپیہ پیسہ خرچ کرنے میں خودمختار نہیں ہیں۔حقِّ مہرجوشریعت نے عورت کی معاشی حالت مستحکم کرنے کے لیے مقرر کیاتھاوہ صرف ظابطے کی حدتک رہ گیاہے۔بھائی صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ اگرہم سے تعلق رکھناچاہتی ہوو راثت کے مطالبے کو بھول جاؤ۔

اب سروے کے کچھ اعدادوشمار پر نظر ڈالتے ہیں:

اس سوال کے جواب میں کہ "کیاوجہ ہے کہ آپ ملازمت کرتی ہیں؟"

اٹھارہ فی صد کاجواب تھاکہ سرپرست نہیں ہے،جبکہ چھ فی صد کاجواب تھاکہ سرپرست توہے مگرمعذورہیں،۵۶فی صد کاکہناتھاکہ ان کے شوہروں یاسرپرستوں کی آمدنی قلیل ہے جس سے گزارہ مشکل ہے۔جبکہ شوقیہ ملازمت کرنے والیوں کی تعداد صرف ۴فی صد ہے،۱۵فی صد اپنی صلاحیتوں کواستعمال کرناچاہتی ہے،یعنی ۱۸فی صد عورتیں اپنے ذوق کی بناپر ملازمت کررہی ہیں باقی خواتین کے ساتھ مختلف مجبوریاں ہیں۔

---

[141]۔روزنامہ پاکستان:5اگست2009

عورت کے فکرِ معاش کے اسباب میں سے ایک تیسرا سبب یہ ہے کہ یہ آج کل کی ضرورت ہے کیونکہ بعض معاشرتی میدان ایسے ہیں جہاں صرف عورتیں کام کر سکتی ہیں تو پھر عورتوں کو معاشی طور پر میدان میں نکلنا پڑتا ہے۔ جیسے لیڈی ڈاکٹر، گرلز سکول و کالجز وغیرہ۔

## اختلاط (عورتوں اور مردوں کا ساتھ مل کر کوئی کام انجام دینا) کے شرعی حدود:

اختلاط کا معنیٰ ہے "ایک چیز کا دوسرے چیز کے ساتھ پیوست اور ضم ہونا" چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

الاختلاط ضم الشيء إلى الشيء -[142]

مخلوط طرزِ زندگی کا مطلب ہے عورتوں اور مردوں کا ایک ساتھ پڑھنا، یا کام کرنا، اور یا زندگی کے دوسرے کام انجام دینا ہے جو کہ آجکل ہمارے معاشرے کا ایک جزلاینفعک کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ کیونکہ انسانی ضروریات کی بناپر عورتیں گھروں سے باہر نکلنے پر مجبور ہیں: انہیں تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے، بسااوقات نوکری کی ضرورت ہوتی ہے، علاج معالجے کے لیے جانا ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سب حاصل کرنے کے لیے تھوڑا یا زیادہ مردوں کے ساتھ اختلاط ضروری ہے۔ کیونکہ تعلیمی اداروں میں عام طور پر اساتذہ مرد حضرات ہوتے ہیں، اور خواتین کے لیے ایسی جگہ نوکری ملنا بہت مشکل ہے جہاں صرف عورتیں ہوں، اور علاج بھی بسااوقات مرد حضرات سے کرانا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں غور طلب امر یہ ہے کہ اس اختلاط کا جائزہ لیا جائے کہ کہاں تک شریعت اس کی اجازت دیتا ہے اور کونسی سرحد کو پار کرنا شرعاً اور اخلاقاً جرم ہے۔

جہاں تک اختلاط کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اسلام کا کوئی عمومی حکم نہیں ہے کہ ہر قسم کے حالات میں اس حکم کو چسپاں کیا جاسکے۔ بلکہ مختلف حالات اور مختلف ماحول کے لحاظ سے اس کا حکم بھی مختلف ہے۔

اسلام کسی ایسے معاشرے کا تصور نہیں پیش کرتا جس میں مرد کسی اور وادی میں ہوں اور عورتیں کسی اور وادی میں۔ عورتوں کا دائرہ کار صرف گھر تک محدود ہو اور مردوں کا دائرہ کار صرف گھر سے باہر ہو۔

خیر القرون میں عورتیں نہ گھروں میں قید ہو کر، اور نہ مردوں سے بالکل الگ اور علیحدہ ہو کر زندگی گزارتی تھیں۔ انہیں گھر سے باہر نکلنے کی آزادی تھی لیکن اخلاقی پابندیوں کے ساتھ۔ چنانچہ عہدِ نبوی ﷺ میں عورتیں مسجد جاکر مردوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتی تھیں اور حضور ﷺ انہیں مسجد آنے کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ حالانکہ اس زمانے میں مرد پاجامہ، شلوار نہیں پہنتے تھے بلکہ کھلی ہوئی چادر باندھتے تھے جس کی وجہ سے سجدے کی حالت میں ستر نظر آنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے عورتوں کو مسجد آنے سے منع نہیں کیا بلکہ انہیں حکم دیا کہ تم مردوں سے الگ ہو کر صف لگاؤ۔ حتّٰی کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی دیوار بھی نہیں تھی۔

---

[142] الموسوعة الفقهية الكويتية-باب الْحُكْمُ الإْجْمَالِيُّ-2\289

پانچ وقت کی نماز کی طرح عورتیں جمعہ کے دن بھی خطبہ سننے کے لیے مسجد جایا کرتی تھیں۔ عید کے دن بھی عورتیں عید گاہ جایا کرتی تھیں اور عید کی خوشیوں سے لطف اندوز ہوتی تھیں۔ بلکہ حضور ﷺ کا حکم تھا کہ عید کے دن اپنی عورتوں اور جوان لڑکیوں کو گھروں سے باہر نکالو تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

**عَن أم عطية، قالت: أمرنا أن نخرج الحيّض يوم العيدين، وذوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم، ويعتزل الحيض عن مصلاهن، قالت امرأة: يا رسول الله! إحدانا ليسَ لها جلباب؟ قال: لتلبسها صاحبتها من جلبابها۔**[143]

(ام عطیہؓ روایت کرتی ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والی عورتوں اور پردہ نشین عورتوں کو دونوں عیدوں میں گھروں سے باہر نکالیں، تاکہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاؤں میں شریک ہو جائیں، حیض والی عورتیں نماز سے دور رہیں، تو ایک عورت نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس بڑی چادر نہ ہو تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی کوئی دینی بہن اسے اپنی چادر دے دے۔)

اسی طرح عہدِ نبوی ﷺ میں عورتیں گھروں سے باہر نکل کر علم حاصل کرنے کے لیے درس و تدریس کی ان مجلسوں میں شریک ہوتی تھیں جہاں مرد حضرات بھی ہوتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ اس مجلس میں عورتیں حضور ﷺ سے ایسے سوالات بھی پوچھتی تھیں جنہیں عام طور عورتیں شرم وحیا کی وجہ سے بیان نہیں کر سکتی: مثلاً حیض، جنابت اور احتلام کے متعلق سوالات، اس کے باوجود آپؐ نے انہیں تدریسی مجلسوں میں آنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ اس قسم کے سوالات سے روکا۔ بلکہ حضرت عائشہؓ تو انصار کی عورتیں کی اس لیے تعریف کیا کرتی تھی کہ شرم وحیا نے کبھی بھی انہیں علم حاصل کرنے سے باز نہیں رکھا۔

خیر القرون میں عورتوں کی سرگرمیاں صرف مسجد اور تعلیم گاہ تک محدود نہیں تھی، بلکہ جہاد اور جنگ کے موقعہ پر بھی مختلف ذمے داریاں انجام دی ہیں۔ مثلاً زخمیوں کو سنبھالنا، نرس بن کر ان کی مرہم پٹی کرنا، انہیں کھانا، پانی پیش کرنا اور وقت پڑنے پر دشمنوں پر وار کرنا۔ امّ عطیہؓ سے روایت ہے:

**أم عطية الأنصارية، قالت: غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عن سبع غزوات، أخلفهم في رحالهم، وأصنع لهم الطعام، وأداوي الجرحى، وأقوم على المرضى۔**[144]

---

[143] صحيح البخاري۔بَابُ وُجُوبِ الصَّلاَةِ فِي الثِّيَابِ " ۔1\80)

[144] سنن ابن ماجه- بَابُ الْعَبِيدِ وَالنِّسَاءِ يَشْهَدُونَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ- 2\952-

(ام عطیہؓ کہتی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی معیت میں سات جنگیں لڑی ہیں۔ میں ان کے پیچھے ان کے سازوسامان کی حفاظت کرتی تھی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان اختلاط کوئی ناجائز اور گناہ کا کام نہیں ہے۔ مرد اور عورت دونوں معاشرے کا حصہ ہیں اور ان دونوں کو مل کر معاشرے کی فلاح وبہود کے لیے کام کرنا ہے۔ اس لیے یہ اختلاط نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ بسااوقات یہ اختلاط ضروری ہو جاتا ہے جب کسی عظیم مقصد کا حصول مقصود ہو یا کسی بھلائی اور نیک کام کے انجام دہی میں دونوں کی مشترکہ جدوجہد اور باہمی تعاون کی ضرورت ہو۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس اختلاط کی وجہ سے ان دونوں کی درمیان کی حدوں کو ختم کر دیا جائے، اور تمام شرعی قواعد وضوابط کو فراموش کر دیا جائے۔

لہٰذا اس لیے ہر وہ اختلاط جائز نہیں جہاں شرعی حدود کو پامال کیا جارہا ہو جہاں عورتوں اور مردوں کا آزادانہ میل جول ہو اور جہاں شرعی آداب کا خیال نہ رکھا جاتا ہو۔

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں درج ہے کہ اختلاط اس وقت ناجائز اور حرام ہو جاتا ہے جب اس میں مندرجہ ذیل تین شرائط پائے جائیں:

**أ – الخلوة بالأجنبية، والنظر بشهوة إليها.**

1: جب اجنبی عورت کے ساتھ اختلاط ہو، اور شہوت کی نظر سے اسے دیکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

**ب – تبذل المرأة وعدم احتشامها.**

2: عورت کا بےپردہ ہو کر نکلنا۔

**ج – عبث ولهو وملامسة للأبدان كالاختلاط في الأفراح والموالد والأعياد، فالاختلاط الذي يكون فيه مثل هذه الأمورِ حرام، لمخالفته لقواعد الشريعة..ـ**[145]

3: ہر وہ اختلاط ناجائز ہے جب اس میں فضول اور عبث اور لہو لعب کے کام ہوتے ہوں، مردوں اور عورتوں کا ایک دوسروں کے اجسام اور ابدان کے ساتھ چھونا ہو جیسا کہ خوشیوں کے مواقع پر: مثلاً یوم پیدائش کے مواقع پر، عید کے موقع پر، لہٰذا ہر وہ اختلاط جس میں یہ امور پائے جاتے ہوں تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں شریعت کی مخالفت ہے: جیسا کہ سورۃ نور کی آیت نمبر ۳۱،۳۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں" یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے۔

---

[145] الموسوعة الفقهية الكويتية2\289 .

جب اللہ تعالیٰ نے جنسین کو نظریں نیچے رکھنے کا حکم دیا اور نظر کو حرام قرار دیا تو اختلاط تو پھر بدرجہ اولیٰ حرام ہو گیا۔

اسی طرح حکم خداوندی ہے کہ: "کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں"

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ " جب عورتوں سے کچھ پوچھنا ہو، یا مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے آواز دیں"

اور حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں:

**خطبنا عمر بن الخطاب رضي الله عنه بالجابية فقال:قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقامي فيكم، فقال: ولا يخلون رجل بامرأة؛ فإنّ ثالثهما الشيطان۔**[146]

(کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ ہر گز تنہائی نہ اختیار کرے، اس لیے کہ اس صورت میں شیطان ان دو کا تیسرا ہوتا ہے۔"

اسی طرح تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اجنبیہ کو چھونا حرام ہے الا یہ کہ وہ بوڑھی عورت ہو اور جو کہ مشتہاۃ نہ ہو تو اس سے مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير صفوف النساء آخرها، وشرها أولها، وخير صفوف الرجال أولها، وشرها آخرها۔**[147]

(عورتوں کے لیے بہترین مقام پیچھے کی صفوں میں ہے اور بدترین مقام آگے کی صفوں میں ہے، اور مردوں کے لیے کے لیے بہترین مقام آگے کی صفوں میں ہے اور بدترین مقام پیچھے کی صفوں میں ہے)

مردوں کے لیے بہترین مقام آگے کی صفوں میں ہے کیونکہ یہاں وہ عورتوں سے دور ہوتے ہیں، اور پیچھے والی صفیں مردوں کے لیے بدترین مقام ہے کیونکہ یہ عورتوں کے قریب ہے۔ اور یہی حال عورتوں کی صفوں کا بھی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد سے اس وقت تک نہ نکلیں جب تک عورتیں گھروں میں داخل نہ ہو گئی ہوں تاکہ دونوں جنسوں میں اختلاط واقع نہ ہو جائے۔

یہ صورتِ حال ان پاکیزہ اماکن کا ہے جہاں بندہ اپنے رب کے سامنے حاضری دیتا ہے اور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ عموماً اخلاقِ رذیلہ اور غلط نشست و برخاست سے بہت دور ہوتے ہیں۔ تو ان اماکن کی جب یہی صورتِ حال ہے تو باقی مقامات پر تو اختلاط کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔[148]

اور اس سے وہ اختلاط مستثنٰی ہے جس میں ایک ڈاکٹر مریضہ کو چھو بھی سکتا ہے اور دیکھ بھی سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں ضرورت ہے۔

---

[146] مسند أبي داود الطيالسي-الْأَفْرَادُ عَنْ عُمَرَ-( 1\34)

[147] سنن ابن ماجه-بَابُ صُفُوفِ النِّسَاءِ-1\319 )

[148] الاختلاط بين الرجال والنساء محرم ومفاسده ظاهرة - إسلام ويب - مركز الفتوى

مولانا مودودیؒ اس بارے میں ذرا سخت نظر آرہے ہیں فرماتے ہیں کہ مرد وعورت کے اختلاط کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپؒ نے عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو عملاً اور قولاً روکنے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں جمعہ کو اللہ نے خود فرض کیا ہے لیکن عورتوں کو جمعے کی فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیا، نماز باجماعت اگر بلا عذر گھر میں پڑھی جائے تو یہ نماز مقبول نہیں ہوتی لیکن عورتوں کے بارے میں حکم ہے کہ ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے باہر آنخضرت نے دیکھا کہ مرد اور عورتیں گڈمڈ ہیں تو آپ سے نے عورتوں سے فرمایا:

**استأخرن فإنه ليس لكن أن تحققن الطريق عليكن بحافات الطريق . فكانت المرأة تلْتصق بالجدار حتى إن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به۔**[149]

(ٹھہر جاؤ، تمہارے لیے سڑک کے بیچ جانا جائز نہیں ہے، کنارے پر چلو، یہ ارشاد سنتے ہی عورتیں کنارے ہو کر دیواروں کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیوار سے لگتے تھے)

مولانا فرماتے ہیں کہ ان احکام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط مجلس اسلام کی مزاج سے سخت مغایرت رکھتی ہے۔ جو دین خدا کے گھر میں عبادت کے موقع پر بھی دونوں صنفوں کو خلط ملط نہیں ہونے دیتا اس کے متعلق کون تصور کر سکتا ہے کہ وہ کالجوں میں، دفتروں میں، کلبوں اور جلسوں میں اسی اختلاط کو جائز رکھے گا۔[150]

وقرن في بيوتكن کی تفسیر میں مولانا لکھتے ہیں کہ قرآن کے اس صاف اور صریح حکم کی موجودگی میں اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں کونسلوں، اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں، بیرونی خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں، سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں، کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائیں، مردانہ ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمات انجام دیں، ہوائی جہازوں، ریل کاروں اور بسوں میں "مسافرنوازی" کے لیے استعمال کی جائیں، اور تعلیم و تربیت کے لیے امریکا اور انگلستان بھیجی جائیں؟۔[151]

**خلاصہ:** میرے خیال میں اتنی آزادی بھی نہیں ہونی چاہیے جتنی آج یورپ دیتا ہے، اور یہ مولانا کی اپنی رائے ہے لیکن اتنی سختی بھی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اگر کوئی بیوہ یا مطلقہ ہے اور اس کے لیے دو وقت کی روٹی کمانے والا کوئی نہ ہو تو کیا یہ اسی طرح ہاتھ پے ہاتھ رکھ کے بیٹھی رہے گی؟ یہ اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے کیا کھائیں گے؟ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنے عزت کو خطرے میں ڈالنے سے اچھا نہیں کہ گھر سے باہر آکر نوکری کرے، اگر اس نوکری میں کم یا زیادہ مردوں کے ساتھ اختلاط آتی ہو تو کیا یہ ضرورت کے تحت نہیں آتا؟ کیا اسلام میں

---

[149] سنن أبي داود--باب فِي مَشْيِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الطَّرِيقِ--**4\543)**

[150] تفہیم القرآن۔ سورۃ النور۔ حاشیہ 49۔ 3/395,96 )

[151] تفہیم القرآن: سورۃ احزاب: حاشیہ 48:۔ 4/90)

اتنی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس ماحول میں کچھ کمانے کی اجازت دیدے یا بصورتِ دیگر ان کو بھوکا سلانے پر مجبور کریں؟ ہاں اسلام بلکل اسی ماحول میں بھی اجازت دیگا جب اسلامی آداب کا خیال رکھا جائے۔

لہٰذا مطلقِ اختلاط ناجائز نہیں ہے اگر مرد اور عورتیں ایک چھت کے نیچے ہوں اور اسلامی آداب و قوانین کا کوئی خیال نہ رکھا جاتا ہو: مرد و عورت کے درمیان میل ملاپ میں مکمل آزادی ہو، اسلامی پردے کا اہتمام نہ کیا جاتا ہو، خواتین کا اپنے تکلم میں اس قسم کی سختی کا اہتمام نہ ہو جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔ تو اس قسم کے اختلاط کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا یہ اختلاط کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن اگر ایک ہی چھت کے نیچے مرد اور عورتوں کا اجتماع ہو اور دونوں صنفوں کے لیے علیحدہ علیحدہ جگہیں ہوں، اور اس میں اسلامی آداب کا مکمل خیال رکھا جاتا ہو، پردے کا پورا اہتمام ہو، خلوت سے اجتناب کیا جاتا ہو، اور مرد و عورت ہر ایک اپنی اپنی نظر کی حفاظت کرتا ہو تو اس اختلاط میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ یہی اجتماع مسجد نبوی ﷺ میں بھی ہوا کرتا تھا جہاں مردوں کے لیے آگے جبکہ خواتین کے لیے پیچھے کی صفیں مخصوص تھی۔ چونکہ وہاں اسلامی آداب کی مکمل پاسداری کی جاتی تھی اس لیے وہاں مرد اور خواتین ایک ہی چھت کے نیچے جمع ہوا کرتے تھے۔[152]

152 لیس کل اختلاط ممنوع - إسلام ویب - مرکز الفتوی

# ملازمت پیشہ خواتین اور پردہ

موجودہ دور میں تعلیم یافتہ مسلمان خواتین بھی عملاً معیشت کے میدان میں حصہ لے رہی ہیں۔ اسلام نے عورت کو معاش کی ذمہ داری سے بڑی حد تک بے نیاز رکھا ہے۔ اس کے لیے وہ عام حالات میں مجبور نہیں، لیکن اس کی معاشی جدوجہد کو ناپسندیدہ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ رزق کو قرآن میں اللہ کا فضل کہا گیا ہے اور اسے تلاش کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله۔[153]

سورہ جمعہ "جب نماز ختم ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو"

عورت کو بھی اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حق ہے اس کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ حق صرف مرد کو حاصل ہے۔ عورت کو حاصل نہیں، لیکن شریعت نے عورت پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔ خود اس کا نفقہ بعض شرائط سے مرد پر واجب ہے۔ عورت پر نفقہ اسی وقت واجب ہے جبکہ بچوں کا باپ نہ ہو، یا پھر باپ تنگ دست ہو اور اولاد کا نفقہ برداشت نہ کر سکے تو ماں پر اس کا نفقہ واجب ہو گا۔ نفقہ بیوی پر کسی حال میں واجب نہیں لیکن خوشحال بیوی تنگ دست شوہر کی مدد کر سکے تو یہ اعلیٰ اخلاق کا ثبوت ہو گا۔ اور شریعت اسے بہت بڑے اجر و ثواب کا عمل قرار دیتی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی۔ ان کی بیوی ان پر اور اپنے یتیم بچوں پر (جو کہ سابقہ شوہر سے تھے) خرچ کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ "کیا میرا اپنے شوہر پر اور اپنے یتیم بچوں پر جو میری حفاظت اور نگرانی میں ہیں خرچ کرنا میری طرف سے کافی ہو جائے گا اور میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں گی؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لیے دو اجر ہیں: ایک قرابت کا اجر دوسرا صدقہ کا اجر (بخاری)

## عورت ہو یا مرد ان دونوں پر ملازمت اختیار کرنے کے سلسلے میں چند شرعی حدود عائد ہیں، اسمیں کچھ اہم اصول مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) وہ ایسی ملازمت اختیار نہ کرے جو شرعی نقطہ نظر سے ناجائز ہو، جیسے سودی بینک کی ملازمت، شراب اور جوئے کا کاروبار، خواتین کے لیے ضروری ہے کہ کسی کی پرسنل سیکرٹری نہ بنے، کیونکہ تنہائی میں کسی غیر مرد کے ساتھ وقت گزارنا شرعاً جائز نہیں۔ اسی طرح ڈانس اور گانے وغیرہ کی نوکری ہو یا ہوسٹس کی نوکری کرنا۔ کیونکہ غیر شرعی لباس پہننا اور شراب پیش کرنا اور تنہائی میں غیر مردوں کے ساتھ رہنا، اس نوکری کی لازمی اجزاء ہیں۔ یا اس نوعیت کے دوسرے کام جن کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔

---

[153] جمعہ:10

(۲)عورت کو اُسکے ولی یاشوہر کی اجازت حاصل ہو۔

(۳)عورت اور مرد کااختلاط نہ ہو۔

(۴)عورت کے لیےلازمی ہے کہ اس کے نوکری کرنے سے اس کی دوسری اہم ذمے داریاں متاثر نہ ہوں۔ مثلاً بچوں کی نگہداشت اور امورِ خانہ داری میں غفلت نہ ہو، یااس کی نوکری کی وجہ سے گھر کا سکون و آرام گڑبڑ نہ ہو، کیونکہ بچوں کے نگہداشت اور گھر کے ماحول کو پُر سکون بنانا عورت کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

خواتین ایسے اداروں میں ملازمت کر سکتی ہیں جہاں خواتین ہی خدمات انجام دیتی ہوں۔ اور کام کی ایسی جگہوں پر مرد نہ ہوتے ہوں، اور اگر مرد ذمہ دار ہوں تو شرعی حدود کے اندر ان سے بات ہو سکتی ہے۔

اب اس سلسلے میں دو امور غور طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر اجنبی مرد کے ساتھ کام کرنا پڑ جائے تو اسمیں پردہ کے کیا احکامات ہیں اور (۲) امر یہ کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ایک ساتھ کام کریں اور گفتگو نہ ہو تو اسطرح اسمیں گفتگو کے کیا شرائط ہوں گے۔ اب ان امور کی وضاحت اسطرح ہو گی۔

جہاں تک عورت کے حدودِ حجاب کا مسئلہ ہے تو اس کا حجاب از روئے شرع پورے بدن کا ہے۔ وہ اپنے بدن کا کوئی بھی حصہ کسی نامحرم کے سامنے نہیں کھول سکتی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"

عورت خود کو پوشیدہ رکھے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکنے لگتا ہے۔" (ترمذی) باب ۸۱۔

مطلب عورت کو پردے میں ہونا چاہیے جب وہ اس سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اپنی کارروائی شروع کر دیتا ہے، اس میں خود عورت کے گمراہ ہونے یا کسی دوسرے کو گمراہ کرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

پورے بدن کے حجاب میں عورت صرف چہرہ اور ہاتھ ہی بوقتِ ضرورت کھول سکتی ہے۔ لیکن اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس سے شہوانی جذبات نہ مشتعل ہوں اور آدمی غلط رویہ نہ اختیار کرے۔

فقہ حنفی کی رو سے عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے۔ سلام کرنا سنّت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، اجنبی مرد سے ایسی گفتگو کرنا جائز ہے جو مباح ہے، لیکن لایعنی گفتگو سے پرہیز لازم ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام اجنبی مرد اور اجنبی عورت کے درمیان گفتگو پسند نہیں کرتا، لیکن ساتھ ہی ضرورت کے وقت اس کی اجازت بھی موجود ہے:

(۱)عورت احکام شریعت معلوم کرنے مفتی یا عالم کے پاس جاسکتی ہے

(۲) قاضی کی عدالت میں حاضر ہو سکتی ہے۔

(۳)شہادت دے سکتی ہے۔

(۴)علاج کے وقت ڈاکٹر اور مریضہ میں گفتگو جائز ہے۔

(۴) کسی آتش زدہ مقام میں کوئی عورت گر گئی ہو، یا پانی میں ڈوب رہی ہو، یا اس کی جان یا آبرو خطرے میں ہو تو ایسی صورتوں میں ان سے بات تو در کنار حسبِ ضرورت ستر کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، جسم کو ہاتھ بھی لگایا جاسکتا ہے، بلکہ ڈوبتی ہوئی یا جلتی ہوئی عورت کو گود میں اٹھا کر لانا بھی صرف جائز ہی نہیں فرض ہے۔ شارع کا حکم یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں جہاں تک ممکن ہو اپنی نیت کو پاک رکھو۔ لیکن اقتضائے بشریت سے اگر جذبات میں کوئی خفیف سی تحریک پیدا ہو جائے تب بھی کوئی گناہ نہیں، کیوں کہ ایسے لمس اور ایسی نظر و تکلم کے لیے ضرورت داعی ہوئی ہے کہ فطرت کے مقتضیات کو بالکل روک دینے پر انسان قادر نہیں ہے۔[154]

(۵)اسی طرح اجنبی عورت کو نکاح کے لیے دیکھنا اور تفصیلی نظر سے دیکھنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ احادیث میں اس کا حکم وارد ہوا ہے اور خود نبی اکرم ﷺ نے اس غرض کے لیے دیکھا ہے۔ سہل بن سعد روایت کرتے ہیں:

**أن امرأة جاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله جئت لأهب لك نفسي، فنظر إليها رسول اللّه صلى الله عليه وسلم، فصعد النظر إليها۔**[155]

(ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اور بولی کہ میں اپنے آپ کو حضور ﷺ کے نکاح میں دینے کے لیے آئی ہوں اس پر حضور ﷺ نے نظر اٹھائی اور اسے دیکھا۔)

**عن المغيرة بن شعبة، أنه خطب امرأة من الأنصار فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:اذهب فانظر إليها، فإنه أجدر أن يؤدم بينكما۔**[156]

---

[154] پردہ۔ از مولانا مودودیؒ: ص239

[155] **صحيح البخاري۔۔بَابُ القِرَاءَةِ عَنْ ظَهْرِ القَلْبِ۔(6\192)**

[156] **سنن الدارمي۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي النَّظَرِ إِلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَ الْخِطْبَةِ ۔(3\1389)**

(مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسے دیکھ لو، کیوں کہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لیے مناسب تر ہو گا۔)

ان مستثنیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع کا مقصد بات کرنے اور دیکھنے کو کلیۃً روک دینا نہیں ہے بلکہ دراصل فتنے کا سدباب مقصود ہے اور اس غرض کے لیے صرف ایسے دیکھنے اور تکلم کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس کی کوئی حاجت بھی نہ ہو اور نہ جس کا کوئی تمدنی فائدہ ہو، اور جس میں جذباتِ شہوانی کو تحریک دینے کے اسباب بھی موجود ہوں۔

**قرآن مجید میں اس سلسلے میں جو ہدایات ہیں وہ امت کی تمام خواتین کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔** ارشادِ خداوندی ہے:

﴿فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض وقلن قولا معروفا﴾(احزاب32)

(بات میں نزاکت و نرمی نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ کوئی بُرا خیال کرنے لگے اور معروف بات کرو۔)

اس آیت میں دو باتیں کہی گئی ہے۔ ایک کسی اجنبی سے گفتگو کرتے وقت عورت کو ایسا لچک دار اور نزاکت بھرا انداز نہیں اختیار کرنا چاہیے جس سے کسی غلط کار اور بد باطن انسان کے دل میں بُرا خیال آنے لگے۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ بات معروف کی ہو، اس دائرے سے باہر کی نہ ہو، معروف میں گو وسعت ہے لیکن اسے بہر حال منکر کے حدود میں نہیں پہنچنا چاہیے۔

نامحرم سے تنہائی میں ملاقات سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

**لا يخلون رجل بامرأة؛ فإن ثالثهما الشيطان۔**[157]

(کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ ہر گز تنہائی نہ اختیار کرے، اس لیے کہ اس صورت میں شیطان ان دو کا تیسرا ہوتا ہے)

اس پس منظر میں خواتین کا سیلز گرل ہونا یا اسی نوع کا کوئی دوسرا کام کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس میں حدودِ حجاب کی پابندی ممکن نہیں۔ کاروباری معاملات میں گاہک کو متاثر کرنے کے لیے گفتگو میں دلربائی کا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے، جسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

موجودہ دور میں جہاں ہر طرف مخلوط تعلیمی نظام اور مخلوط ادارے قائم ہیں عورت کے لیے شرعی حدود کی پابندی کرنا بے حد مشکل ہے۔ آزاد خیال معاشرے اور آزادی کی دلدادہ خواتین قطعًا اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ وہ برقع وغیرہ استعمال کریں، لیکن ان سب کے باوجود جو دین و دنیا کی بہتری کی خواہش مند ہوتی ہے وہ شرعی حدود میں رہ کر بھی ملازمت کرتی ہے۔

---

157 **مسند أبي داود الطيالسي-الْأَفْرَادُ عَنْ عُمَرَ-( 1\34)**

اس لیے عورت کے لیے احکامِ شریعت کی پابندی اور حدودِ حجاب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر وہ ملازمت اختیار کرنا چاہے تو دو بہترین پیشے ہیں ایک درس وتدریس کا پیشہ، جس میں عورت احکام شریعت کی پابندی کر سکتی ہے۔ اور درس وتدریس تو نبی ﷺ کی سنّت ہے۔ خود حضرت محمد مصطفی ﷺ ہمارے لیے بہترین معلم ہیں تو کیوں نہ پھر اسی مقدس پیشہ کو اپنایا جائے۔

دوسرے اگر خواتین طب کا پیشہ اختیار کریں تب وہ مسلمان خواتین کی فلاح بھی کر سکتی ہیں اور اجنبی ڈاکٹر مرد کے پاس انھیں جانے سے روک کر پردے کا احترام بھی کر سکتی ہیں۔ بعض خواتین امراض نسواں میں مبتلا ہوتی ہیں وہ ڈاکٹر مرد کے پاس جانے سے گھبراتی ہیں، نتیجہ اُن کا مرض بڑھ کر موت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اسطرح اگر کوئی لیڈی ڈاکٹر ہو تو خواتین با آسانی اپنا مسئلہ بیان کر سکتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہی دو پیشے خواتین کے لیے مختص ہیں، اس کے علاوہ بھی ایسا کوئی پیشہ اختیار کر سکتی ہیں جس میں شرعی احکامات کی پابندی کے ساتھ اگر اپنے پیشہ سے بھی انصاف کا حق رکھتی ہوں۔ چاہے ملازمت ہو یا تعلیمی امور ہو خواتین کو اپنے شرعی دائرے سے باہر نہیں آنا چاہیے۔

## لہٰذا خواتین چند غور طلب جدید دور کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان باتوں پر بھی دھیان دیں۔

☆ ایسے لباس استعمال کریں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ جیسے عام طور پر خواتین برقع استعمال کرتی ہیں، لیکن برقعے ایسے نہ ہوں جو کہ پردے کے نام پر دھبہ ہوں اور جن سے جسم کے نشیب وفراز نمایاں ہوتے ہوں۔

☆ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں، سورہ نور کی آیت نمبر 30,31 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ " اپنی نگاہیں نیچی رکھو " حضور ﷺ نے فرمایا کہ "گناہ کی شروعات آنکھوں سے ہی ہوتی ہے۔"

☆ آنکھوں کو آرائش وزیبائش سے پاک رکھیں، کیونکہ عام طور پر آنکھیں ہی برقع میں سے نظر آتی ہیں۔ اس لیے اس میں باہر نکلتے وقت کاجل وغیرہ لگانا یا ایسی چیزیں استعمال کرنے سے پرہیز کریں جو اس کی خوبصورتی کو بڑھاتی ہوں۔ بعض خواتین پلکوں پر بھی میک اپ کرتی ہیں تاکہ اگر آنکھیں جھکی ہوئی ہوں تو بھی خوشنما لگیں اس سے پرہیز کریں۔

☆ ایسی اشیاء جن سے آواز پیدا ہوتی ہوں باہر نکلتے وقت نہ استعمال کریں۔ مثلاً پازیب، چین (گھنگرو والی)، چوڑیاں، اور بجنے والے چین کا بھی) استعمال بیگ کے ساتھ نہ کریں۔chains

☆ بحالتِ مجبوری اگر اجنبی مرد سے بات کرنی پڑے تو گفتگو اخلاقی حدود کی اندر رہ کر کی جائے، گفتگو میں ادائیں دکھانے اور ناز ونخرے کا انداز نہ ہو، آواز میں سختی رکھیں۔

☆زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں، بلکہ آہستہ آہستہ اور راستے سے ہٹ کر چلیں۔ زمین پر پاؤں مار کر چلنے سے خود اللہ نے بھی منع کیا ہے۔

☆چال میں سادگی ہو، بناوٹ نہ ہو کہ پیچھے دیکھنے والے متوجہ ہوں، زور سے بات نہ کریں اور راستے پر ہنسنے سے قطعی پرہیز کریں۔

☆زیبائش و آرائش سے پرہیز کریں کہ اگر ضرورت کے تحت کسی کے سامنے چہرہ کھولنا پڑے تو آگے والا آپ کی طرف متوجہ نہ ہو۔

☆ایسے جوتے اور چپل استعمال کرنے سے پرہیز کریں جن کے سول سے آواز آتی ہو اور نامحرم قدموں کی آواز سے متوجہ ہوں۔

☆ تیز خوشبو استعمال کرنے سے قطعی پرہیز کریں جس سے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوں اور " جو جنسی جذبہ کے اُبھار کا سبب بنتی ہوں" (مہندی اور غازہ کی خوشبو اس سے مستثنیٰ ہے)، خوشبو کے استعمال میں احتیاط کریں اور عطر وغیرہ سے قطعی پرہیز کریں۔

اسی طرح اگر عورت اپنے دائرے عمل میں رہ کر اور شرعی حدود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ملازمت اختیار کرتی ہے اور اپنے خاندان کی کفالت اور فلاح کی کاوشیں کرتی ہے اور خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے تقویٰ اختیار کرتی ہوں تو انہیں دنیا و آخرت کی کامیابی سے کوئی نہیں روک سکتا اور اجر و ثواب کی مقدار بھی الگ ہوتی ہے۔ یاد رکھیں! صرف اور صرف اسلام کی حدود ہی ہمارے لیے باعثِ فلاح ہیں دوسری کوئی نہیں،

اگر ہم مذہب سے دور ہو جائیں گے اور اس سے ہٹ کر دائرہ عمل اختیار کرلیں گے تو صرف بربادی ہی ہمارا مقدر ہو گی اور ہم نہ دین کے رہیں گے نہ ہی دنیا کے رہیں گے۔ اس لیے دینِ اسلام کو اختیار کریں کہ اسی میں ہی امت کی خواتین کی بھلائی ہے۔ [158]

[158] عورت، ملازمت، اور قرآن۔ اسلام ویب۔ Religion Article٪Columns.htm

## فتویٰ یوسف القرضاوی:

علامہ یوسف القرضاویؒ سے عورتوں کی نوکری کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مرد اور عورت دونوں کام کرنے اور عمل کرنے کے مکلف ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿فاستجاب لهم ربهم أني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى﴾۔[159]

"پس ان کے رب نے ان کی پکار سنی اور فرمایا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت"

اعداد و شمار کے مطابق عورت آبادی کا نصف حصہ ہے۔ اگر عورتوں کو کام سے روک دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانی آبادی کا پچاس فیصد حصہ ناکارہ پرزوں کی طرح غیر مفید اور برباد ہو جائے گا، اور اسلام جیسے مکمل اور سچے دین سے یہ تصور ناممکن ہے۔ لہٰذا عورتوں کو بھی مردوں کی طرح معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنے حصے کی صلاحیتیں پیش کرنی چاہییں۔ تاہم اگر عورت کی جسمانی ساخت اور اس کی صلاحیتوں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عورت کا سب سے عظیم کام اور اس کی سب سے نمایاں ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اس طرح تعلیم و تربیت کرے کہ مستقبل میں یہ بچے معاشرے کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گھر سے باہر جا کر نوکری کرنے کی گنجائش عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ کیوں کہ شریعت نے عورتوں کو گھر سے باہر نکل کر نوکری کرنے سے نہیں روکا۔ فقہ اسلامی کا قاعدہ ہے کہ "دنیا کی تمام چیزیں اصولی طور پر حلال ہیں" سوئے ان چیزوں کے جنہیں قرآن و حدیث میں واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔

اس قاعدے کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عورتوں کا نوکری کرنا جائز ہے، بلکہ اگر وہ مطلقہ یا بیوہ ہوں اور آمدنی کے سارے راستے بند ہوں تو صرف جائز ہی نہیں ضروری بھی ہے۔ کیونکہ کسی پر بوجھ بننے یا دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے کہ وہ ملازمت کر لے تاکہ وہ تمام رسوائیوں سے محفوظ رہے۔ بعض حالات میں شوہر کی موجودگی میں بھی عورت کو نوکری کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ مثلاً شوہر کی آمدنی اخراجات کے لیے ناکافی ہو، یا عورت کے بوڑھے ماں باپ ہوں اور چھوٹے چھوٹے بہن بھائی ہوں وغیرہ۔ ان حالات میں اسے ملازمت کا اختیار ہے۔ اسی طرح کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿قالتا لا نسقي حتى يصدر الرعاء وأبونا شيخ كبير﴾۔[160]

---

[159] آل عمران:195

[160] القصص:23

(انہوں نے کہا کہ ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں، جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بوڑھے آدمی ہیں)

باپ چونکہ بوڑھے تھے اس لیے گھر سے باہر جاکر پانی بھرنے اور دوسرے کام کرنے کی ذمہ داری ان دونوں جوان بیٹیوں پر تھی۔ یہ بوڑھا باپ جیسا کہ دوسروں حوالوں سے معلوم ہوتا ہے اللہ کے نبی حضرت شعیبؑ تھے۔

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسمآؓ گھر سے باہر نکل کر اپنے شوہر حضرت زبیر بن عوامؓ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی تھیں، گھوڑوں کی مالش کرتی تھی، ان کے لیے دانے کوٹتی تھی اور دور کسی باغ سے یہ دانے اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھی۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ امت مسلمہ تعلیم اور دوسری ترقیوں کے میدان میں کافی پیچھے رہ گئی ہے، اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہماری مسلم عورتوں میں بھی ڈاکٹر ہوں، نرس ہوں، لیکچرر اور پروفیسر ہوں۔ عورتیں بیمار ہوتی ہیں تو مسلمان لیڈی ڈاکٹر نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً مرد ڈاکٹروں کے پاس علاج کے لیے جانا پڑتا ہے۔ سکول اور کالج میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے غیر مسلم اساتذہ اور لیکچرر ہوتے ہیں، جن سے یہ توقع فضول ہے کہ وہ مسلم لڑکیوں کی تربیت اسلامی انداز سے کریں گے۔ غرض کہ دورِ حاضر میں بہت سارے پروفیشن ہیں، جن میں مسلم عورتوں کی شدید قلت ہے۔ اس قلت کی وجہ سے مسلم معاشرے کو ناقابلِ تلافی نقصان ہو رہا ہے۔ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہماری عورتیں بھی ان شعبوں میں آئیں۔ بہر کیف ضرورت اور حالات کے مطابق عورت کا نوکری کرنا جائز اور حلال ہے۔ [161]

---

[161] فتاوٰی یوسف القرضاوی: ص44....46,.ج 2

# کنیزوں کا شرعی لباس:

آجکل تو لونڈیوں اور کنیزوں کا وہ تصوّر ختم ہو گیا ہے لیکن خیر القرون میں ان کی بڑی تعداد ہر جگہ بلکہ ہر گھر میں پائی جاتی تھی۔ اور یہ کوئی مالدار یا امیر لوگوں کے پاس نہیں بلکہ غریب گھرانوں میں بھی ہوا کرتی تھیں۔ جن سے لوگ ہر طرح کی خدمت لیا کرتے تھے: گھر کا کام ہو یا کھیت میں کٹائی، ریوڑ کو لے کے جنگل کی طرف نکلنا ہو یا چکی چلانا وغیرہ، غرض اُس معاشرے کا جو بھی کام کاج ہوتا تو وہ لونڈیوں اور غلاموں سے کروایا جاتا تھا۔

یہی وہ وجہ ہے جس کی وجہ سے ایک کنیز کے لیے لباس اور پردے کا وہ حکم نہیں تھا جو ایک آزاد مسلمان عورت کے لیے ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ ان ساری خدمات کے ساتھ ساتھ اگر اس کو مکمل پردے کا حکم بھی ہوتا تو یہ اس کے لیے ایک بڑی مشقت سے کم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس پر احسان کرتے ہوئے اس پر حجاب فرض نہیں کیا جس طرح باقی آزاد مسلمان عورتوں پر کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے:

**قال شيخ الإسلام في الفتاوى: قوله قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن} الآية، دليلٌ على أن الحجاب إنما أمر به الحرائر دون الإماء. لأنه خص أزواجه وبناته، ولم يقل وما ملكت يمينك وإمائك وإماء أزواجك وبناتك. ثم قال: {ونساء المؤمنين}. والإماء لم يدخلن في نساء المؤمنين، كما لم يدخلن في قوله {نسائهن ما ملكت أيمانهن} حتى عطف عليه في آيتي النور والأحزاب....إلى أن قال: فهذا مع ما في الصحيح من أنه لما اصطفى صفية بنت حيى، وقالوا: إن حَجّبها فهي من أمهات المؤمنين، وإلا فهي مما ملكت يمينه، دَلّ على أن الحجاب كان مُختصّاً بالحرائر. وفي الحديث دليلٌ على أن أموّة المؤمنين لأزواجه دون سراريه. انتهى.**

**وقال كذلك: والحجابُ مختصٌ بالحرائر دون الإماء، كما كانت سُنّةُ المؤمنين في زمن النبي وخلفائه: أن الحُرَّةَ تحتَجِبُ، والأَمَة تبرُز. وكان عمر إذا رأى أَمَةُ مُختَمِرة، ضرَبها وقال: أتتشبهين بالحرائر؟.انتهى۔**[162]

(شیخ الاسلام کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جلباب کا جو حکم قرآن نے دیا ہے وہ صرف آزاد عورتوں کے لیے ہے لونڈیوں کے لیے نہیں۔ کیونکہ اس میں بیویوں او بیٹیوں کا ذکر ہے، لونڈیوں کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ اور اسی طرح نساء المؤمنین کا ذکر ہے اور لونڈیاں اس میں داخل نہیں۔ اور اسی طرح حدیث میں ہے کہ خیبر کے قیدیوں میں حضرت صفیہ بھی تھی جس سے آپ ﷺ نے وہاں پر نکاح بھی کر لیا تو صحابہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ لونڈی ہے یا ام المؤمنین؟ تو مشورہ ہوا کہ اگر اس نے پردہ کر لیا تو ام المؤمنین ورنہ کنیز، چنانچہ حضرت صفیہؓ جب خیمے سے نکلی تو پردے میں تھی)

---

[162] مجموع الفتاوى---**448/15))**

اور اسی طرح موصوف لکھتے ہیں کہ حجاب آزاد عورتوں کے ساتھ خاص ہے جس طرح دورِ نبوی اور دورِ خلفاء راشدین میں یہی طریقہ رائج تھا۔

لونڈیوں کے لباس کے بارے میں کوئی علیحدہ مستند روایت تو نہیں مل رہی البتہ لونڈی کے ستر پر جو بحث کی گئی ہے اس سے کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت ایک لونڈی کا لباس کیا ہوا کرتا تھا، اور کس قسم کے لباس میں وہ گھوما کرتی تھی؟

چناچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں

**وما كان عورة من الرجل فهو عورة من الأمة وبطنهاه وظهرها عورة وما سوى ذلك من بدنها ليس بعورة**

(یعنی مرد کا جو ستر ہے وہی ستر ایک لونڈی کی بھی ہے، اور اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ لونڈی کا پورا بدن ستر میں داخل نہیں ہے۔) [163]

اسی طرح صاحب قدوری لکھتے ہیں:

**وما كان عورة من الرجل فهو عورة من الأمة (وظهرها وبطنها عورة) ش: يعني: هذان العضوان أيضا عورة من الأمة لأنهما محل من الشهوة. وقال المرغيناني: العورة من الأمة أربع: الظهر والبطن والفخذ والركبة.**

(مرد اور لونڈی کی ستر ایک جیسی ہے، اور اس کی پیٹ اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہے۔ یعنی لونڈی کے یہ دونوں اعضاء بھی عورت میں داخل ہیں کیونکہ یہ محل الشہوۃ ہے۔ علامہ مرغنانی لکھتے ہیں کہ: لونڈی کی عورت میں چار چیزیں شامل ہیں: کمر، پیٹ، ران اور گھٹنا)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

**أما عورة الجارية فهي عند الجمهور (الشافعية والمالكية وأكثر الحنابلة): من السرة إلى الركبتين. زاد على ذلك الحنفية: البطن والظهر. أما الصدر فليس عورة. ويجوز أن يجسه الرجل قبل أن يشتري الجارية، لأن هذا يؤثر في ثمنها.**

''لونڈی کی عورت یعنی ستر جمہور علماء کے نزدیک (جن میں شوافع، مالکیہ اور اکثر حنابلہ شامل ہیں) ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے۔ احناف نے اس کی عورت میں پیٹ اور پیٹھ کا اضافہ کیا ہے۔ ہر چہ سینہ ہے تو وہ عورت میں شامل نہیں ہے۔ اگر کوئی لونڈی خریدنا چاہے تو خرید کے وقت سینوں کو پکڑ بھی سکتا ہے اس لیے کہ اس سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔''

---

[163]۔ الهداية في شرح بداية المبتدي- **46/1)**

جمہور اہل علم فرماتے ہیں:

**فقد ذهب جمهور أهل العلم إلى أن الأمة عورتها ما بين السرة إلى الركبة، وذهب الحنفية إلى أن عورتها مثل عورة الحرة بالنسبة لمحارمها، وذهب بعض الحنابلة، وابن حزم، إلى أن عورتها كعورة الحرة.قال ابن قدامة –رحمه الله– في المغني: سوى بعض أصحابنا بين الحرة والأمة؛ لقوله تعالى: ولا يبدين زينتهن {النور: 31} الآية، ولأن العلة في تحريم النظر الخوف من الفتنة، والفتنة المخوفة تستوي فيها الحرة والأمة، فإن الحرية حكم لا يؤثر في الأمر الطبيعي ۔**[164]

(جمہور اہلِ علم کے نزدیک لونڈی کی عورت مابین السرۃ والرکبۃ ہے، عند الاحناف لونڈی کی ستر کی مثال محارم کی بنسبت آزاد عورت کی ستر کی طرح ہے، بعض حنابلہ اور ابن حزم کے ہاں لونڈی اور عورت ستر میں ایک جیسی ہیں۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب آزاد اور لونڈی کی عورت میں مساوات کرتے ہیں کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: : ولا يبدين زينتهن یعنی اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ اس آیت میں جو نظر کو حرام قرار دیا گیا ہے تو اس کا وجہ فتنے کا اندیشہ ہے۔ اور فتنہ آزاد اور لونڈی دونوں میں ایک جیسا ہے۔)

موصوف مزید لکھتے ہیں:

**وَصَلَاةُ الْأَمَةِ مَكْشُوفَةَ الرَّأْسِ جَائِزَةٌ هَذَا قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ. لَا نَعْلَمُ أَحَدًا خَالَفَ فِي هَذَا إلَّا الْحَسَنَ**

(یعنی اگر لونڈی نے ایسی حالت میں نماز پڑھ لی کہ اس کی سر کے بال ظاہر تھے تو نماز جائز ہے یہ عام اہلِ علم کا قول ہے۔ حالانکہ یہ حکم عام خواتین اسلام کے لیے نہیں ہے)

اور علامہ عثیمین نے تو لکھا ہے کہ اگر لونڈی نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے مابین السرۃ والرکبۃ کے علاوہ پورا بدن ظاہر ہو تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ یہ مملوکہ ہے اور بدن کے جس حصے کو چھپانا لازمی تھا اس نے چھپایا ہے لہٰذا نماز صحیح ہے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کے عمل سے بھی پتہ چلتا ہے کہ لونڈی اور ایک آزاد عورت کی لباس میں بہت فرق تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کسی ایسی لونڈی کو دیکھ لیتے جس نے پردہ کیا ہو، یا سر پر دوپٹہ ڈالا ہو تو عمرؓ اس کو اس سے منع کرتے اور بعض دفعہ مار بھی لیتے۔

علامہ مرغنانی لکھتے ہیں:

---

[164] **المغني لابن قدامة-- 7/103))**

**قول عمر رضي الله عنه لأمة ألق عنك الخمار يا دفار أتتشبهين بالحرائر ولأنها تخرج لحاجة مولاها في ثياب مهنتها عادة فاعتبر حالها بذوات المحارم في حق جميع الرجال : يعني يجوز أن ينظر الرجل من ذوات محارمه إلى الوجه والرأس والصدر والساقين والعضدين، فكذا يجوز أن ينظر الأجنبي من الأمة إلى هذه المواضع م: (دفعا للحرج) ش: لأن البعض من غير استئذان واحتشام ۔**[165]

(حضرت عمرؓ دوپٹے والی لونڈی کو کہتے کہ دوپٹہ پھینک دیں، کیا تو اپنے آپ کو آزاد عورت کے ساتھ مشابہ کرنا چاہتی ہے ؟ل؛ یہ اس لیے کہ عادۃً یہ اپنے آقا کی کسی حاجت کے لیے باہر خدمت کے کپڑوں میں نکلتی تھی تو حرج کو دفع کرنے کے لیے اس کی حالت تمام غیر مردوں کے ساتھ محرم مردوں جیسی ہوئی۔ یعنی جو محرم حضرات ہو ان کے لیے عورت کے ہاتھ، چہرے، سینے، پنڈلی اور بازوں کو دیکھنا جائز ہے، تو اسی طرح ایک اجنبی مرد لونڈی کی ان مواضع کو دیکھ سکتا ہے دفعِ حرج کے لیے)

مصنف عبد الرزاق میں نقل کیا گیا ہے:

**أخبرنا معمر عن قتادة عن أنس أن عمر – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – ضرب أمة لآل أنس رأسها متقنعة فقال: اكشفي رأسك لا تتشبهي بالحرائر.**

(حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کے اہل کی ایک لونڈی کو مارا تھا جس نے اپنے سر کو چھپایا ہوا تھا اور کہا کہ: اپنا سر کھول دیں، آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ کر)

**عبد الرزاق عن بن عيينة عن عمرو بن دينار عن حسن بن محمد أن عمر بن الخطاب كان ينهى الاماء أن يلبسن الجلابيب۔**[166]

(عبد الرزاق ابن عیینہ سے وہ عمرو بن دینار سے اور وہ حسن بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ لونڈیوں کو جلباب یعنی بڑی چادر اوڑھنے سے منع کرتے تھے)

اسی طرح موصوف نقل کرتے ہیں:

**عبد الرزاق عن بن جريج عن نافع أن صفية بنت أبي عبيد حدثته أن عمر رأى – وهو يخطب الناس – أمة خرجت من بيت حفصة تجوس الناس ملتبسة لباس الحرائر فلما انصرف دخل على حفصة ابنة عمر فقال من**

---

[165] **الهداية في شرح بداية المبتدي- 46/1)**

[166] **مصنف عبد الرزاق--- ( باب الخمار**

**المرأة التي خرجت من عندك تجوس الرجال قالت تلك جارية جارية عبد الرحمن قال فما يحملك أن تلبسي جارية أخيك لباس الحرائر فقد دخلت عليك ولا أراها إلا حرة فأردت أن أعاقبها**

(عبد الرزاق ابن جریج سے وہ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ صفیہ بنت عبید نے اسے کہا کہ حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ ایک لونڈی کو حضرت حفصہؓ کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھا کہ وہ آزاد عورتوں کی طرح لباس زیب تن کر کے لوگوں میں گھوم رہی ہے، واپسی پر عمرؓ حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور اس عورت کے بارے میں پوچھا تو حفصہؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی عبد الرحمان کی لونڈی ہے، تو عمرؓ نے کہا کہ تم نے اپنے بھائی کے لونڈی کو آزاد عورتوں کا لباس کیوں پہنایا؟ میں آپ کے ہاں آیا تو میں نے اس کو آزاد عورت کی طرح دیکھا اور میں نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا تھا) [167]

آگے جا کر صاحبِ کتاب ایک اور روایت نقل کرتے ہیں:

**عبد الرزاق عن بن جريج قال أخبرني عطاء أن عمر بن الخطاب كان ينهى الاماء من الجلابيب أن يتشبهن بالحرائر قال بن جريج وحدثت أن عمر بن الخطاب ضرب عقيلة أمة أبي موسى الأشعري في الجلباب أن تجلب**

(عبد الرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عطاء نے کہا کہ عمر بن خطابؓ باندیوں کو جلباب پہننے سے روکتے تھے تاکہ حرائر کے ساتھ مشابہت نہ آجائے۔ ابن جریج مزید کہتے ہیں کہ عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کی ایک عقیلہ نامی لونڈی کو اس لیے مارا تھا کہ اس نے ایک بڑی چادر پہن رکھی تھی) (حوالہ سابقہ)

محمد بن الحسن روایت کرتے ہیں:

**أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان يضرب الإماء أن يتقنعن يقول لا تتشبهين بالحرائر قال محمد: وبه نأخذ لا نرى على الأمة قناعا في صلاة ولا غيرها وهو قول أبي حنيفة رضي الله عنه** [168]

(وہی پرانی بات ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے لونڈیوں کو مارتے تھے جنہوں نے سر کسی دوپٹے سے چھپائے ہوں، اور کہتے تھے کہ آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ محمد بن الحسن کہتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہوئے ایک لونڈی کے لیے کے دوپٹہ یا ہر وہ کپڑا جس سے سر کو ڈھانکا جائے ضروری نہیں سمجھتے چاہے وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر، اور یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے)

---

[167] **مصنف عبد الرزاق--- ( باب الخمار**

[168] **الآثار لمحمد بن الحسن.--- بَابُ صَلَاةِ الْأَمَةِ- 611/1)**

امام بیہقی لکھتے ہیں: اس موضوع پر جتنے آثار ہیں سب کے سب صحیح ہیں، اور یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لونڈی کا سر، گردن اور کام کے وقت جو اعضاء بھی ظاہر ہوتے ہیں وہ عورت میں داخل نہیں۔ اور لفظ (دفار) بفتح الدال لغوی معنیٰ ہے بدبودار چیز، (یہ لفظ کسی لونڈی کو اس وقت بولا جاتا تھا جب اس کو بُرا بھلا کہنا ہوتا)

علامہ وھبۃ الزحیلیؒ بھی اسی طرح نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

**الأمَة كالرجل في العورة، مع ظهرها وبطنها وجنبها، لقول عمر رضي الله: «ألق عنك الخمار يا دفار، أتتشبهين بالحرائر» ، ولأنها تخرج لحاجة مولاها في ثياب مهنتها عادة، فاعتبرت كالمحارم في حق الأجانب عنها دفعاً للحرج۔**[169]

ان تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب لونڈی کی عورت مرد کی طرح ہے، جب لونڈی کی نماز بغیر سر چھپائے بھی قبول ہوتی ہے بلکہ عند البعض تو جب ما بین السرۃ والرکبۃ کے علاوہ پورے بدن پر کوئی کپڑا نہ ہو تب بھی اس کی نماز صحیح ہے، اور جب حضرت عمرؓ کسی لونڈی کو بڑی چادر پہننے تک نہیں دیتا تھا تو ان تمام باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک لونڈی اس وقت کس طرح کیا لباس استعمال کرتی تھی؟ کیونکہ کھیتوں میں کام کرنے والی، بھیڑ بکریوں کو چرانے والی عورت کا لباس ایسا ہوگا جس میں وہ یہ کام آسانی سے کرسکیں۔ تو ظاہر ہے اس کی آستین بھی ہاف ہوں گی، اس کی پنڈلیوں کا کچھ حصہ بھی ظاہر ہوگا، اس کے سر پر تو کپڑا ہو ہی نہیں سکتا اور نہ عمرؓ رہنے دیتا تھا۔ تو یہی خاکہ ان کے شرعی لباس کا ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

تو لہٰذا ایک آزاد عورت اور لونڈی کے لباس میں فرق صرف اس لیے ہے کہ اس میں لونڈی کے لیے-رخصت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک نعمت ہے کیونکہ وہ خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے ان اعضاء کو کھولنے پر مجبور تھی جن کو چھپا کر کام کرنا ممکن نہ تھا۔ تو شریعت نے ان اعضاء کو کھولنے میں ان کو اجازت دے دی۔ لہٰذا اس وجہ سے لونڈیوں کا لباس آزاد عورتوں کے لباس سے مختلف تھا۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

**والحجاب مختص بالحرائر دون الإماء، كما كانت سنة المؤمنين في زمن النبي وخلفائه۔**[170]

(لکھتے ہیں کہ حجاب آزاد عورتوں کے ساتھ خاص ہے جس طرح دورِ نبوی اور دورِ خلفاء راشدین میں یہی طریقہ رائج تھا)

---

[169] **الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ--الباب مذهب الحنفية**

[170] **مجموع الفتاوی---ص448/15**

شیخ الاسلام کی ایک دلیل سورۃ احزاب کی آیت 59 ہے: **يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك﴾ (الأحزاب: 59)**

اور دوسری دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے:

**حدثنا سعيد بن أبي مريم أخبرنا محمد بن جعفر بن أبي كثير قال: أخبرني حميد، أنه سمع أنسا رضي الله عنه يقول: أقام النبي صلى الله عليه وسلم بين خيبر والمدينة ثلاث ليال يبنى عليه بصفية فدعوت المسلمين إلى وليمته وما كان فيها من خبز ولا لحم وما كان فيها إلا أن أمر بلالا بالأنطاع فبسطت فألقى عليها التمر والأقط والسمن فقال المسلمون: إحدى أمهات المؤمنين أو ما ملكت يمينه؟ قالوا: إن حجبها فهي إحدى أمهات المؤمنين وإن لم يحجبها فهي مما ملكت يمينه فلما ارتحل وطأ لها خلفه ومد الحجاب۔**[171]

"حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے قیدیوں میں صفیہؓ بھی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے لیے پسند کیا۔ اب صحابہ کرامؓ اس شش و پنج میں تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی لونڈی ہوگی یا امّ المؤمنین؟ آخر کار انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر حضرت صفیہ پردہ کرے گی تو یہ ام المؤمنین ورنہ رسول اللہ کی باندی، چنانچہ جب صحابہ نے دیکھا تو وہ پردے میں تھی۔

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حجاب آزاد عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ اور لونڈیوں کے لیے ایک مخصوص قسم کا لباس ہے ایک ایسا لباس جس میں وہ ہر کام ہر وقت آزادی سے کر سکتی تھی

[171] صحيح البخاري--- بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ --5/135)

## ملازمت پیشہ خواتین، لونڈی اور پردہ۔

آج کل دنیا بھر میں خواتین بھی کسی نہ کسی ضرورت کی وجہ سے مردوں کی طرح دووقت کی روٹی کمانے کے لیے چوکھٹ سے باہر کی دنیا میں آگئی ہیں۔ تاکہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے ایسی عورتوں کی تعداد بہت ہی کم ہیں جنہوں نے محض شوق کے لیے اپنے اصل دائرہ عمل "گھر" سے باہر قدم رکھا ہو۔

تو جو خواتین جاکر کسی کے گھر میں کام کرتی ہیں سارا دن ان کا وہیں گزر جاتا ہے، وہان پر کوکنگ، صفائی، دھلائی کی علاوہ مارکیٹ سے اشیاء خوردونوش لانے کے ساتھ ساتھ اپنے مالک کے مہمانوں کو بھی سنبھالنا پڑتا ہے، ان کے لیے چائے پانی اور کھانا لگوانا ہوتا ہے، علاوہ ازیں اس گھر میں مالک کے بیٹے، بھائیوں کے علاوہ متعدد غیر محرم مرد ہوتے ہیں۔ یہی صورتِ حال ان خواتین کی بھی ہے جو آفس، فیکٹریز وغیرہ میں ملازمت کرتی ہوں۔ تو ظاہر ہے ایسی حالات اور ایسی جگہ میں یہ عورت پردے کا اس طرح اہتمام نہیں کرسکتی جس طرح عام حالات میں کیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے دورانِ ملازمت اس کے لیے چہرہ اور ہاتھوں بلکہ بسا اوقات سر ڈھانپنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔۔

اگر ہم خیر القرون کی ورکنگ وومن (لونڈی) کا جائزہ لیں تو ان کے رکھنے کا مقصد بھی ان سے گھر، کھیت کے کام کروانا تھا۔ اس لیے ان کے لیے پردے میں وہی حکم نہیں تھا جو ایک عام آزاد مسلمان عورت کے لیے ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ اگر ہر وقت مکمل پردے میں رہے گی تو یہ سارا کام کاج کیسے کرسکے گی؟۔۔

اس لیے لونڈیوں کے لیے پردے میں ایک خاص قسم کی رعایت رکھی گئی: اگر وہ ہاتھ، چہرہ اور سر نہ چھپائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ان کے ذمے بہت سارے کام کرنے ہیں اور وہ پردے کے ساتھ ممکن نہیں۔ لونڈی کا لباس ایک عام مسلمان عورت سے مختلف تھا اس کی دلیل یہ حدیث ہے: یہ حدیث پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن نامکمل تھا اب پوری حدیث ملاحظہ ہو:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے خیبر کے درمیان تین شب ٹھہرے ان میں ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے شب عروسی گزاری پھر میں نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ کے لیے بلایا، نہ اس میں روٹی تھی اور نہ گوشت تھا، اس میں صرف یہ تھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ دستر خوان بچھا دیا گیا پھر اس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔ پھر مسلمانوں نے باہم گفتگو کی کہ صفیہ امہات المؤمنین میں سے ایک ہیں یا لونڈی ہیں؟ پھر خود ہی کہنے لگے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حجاب کرایا تو امہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر حجاب نہ کرایا تو لونڈی رہیں گی۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کیا تو ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے واسطے اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ کھینچ دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح لونڈیوں کے لیے ہر وقت کام کرنے اور مصروف رہنے کی وجہ سے پردے میں جو چھوٹ تھی تو کیا پردے میں یہ چھوٹ آج کل کی ورکنگ وومن کے لیے ہو سکتی ہے؟ کیونکہ یہ بھی تو ان کی طرح ہر وقت کام میں مشغول رہتی ہیں۔ اگر مکمل پردے میں رہے گی تو کام نہیں کر سکیں گیں۔ میرا مقصد ہر گز یہ نہیں کہ میں ان آزاد عورتوں کی مشابہت لونڈیوں سے دے رہا ہوں۔ میرا مقصد صرف اس علت میں ان سے مشابہت دینا اور ان پر قیاس کرنا ہے جس علّت کی وجہ سے اُن کو پردے میں چھوٹ ملی تھی۔ کیونکہ وہی علت تو آج بھی موجود ہے۔ اگر وہاں اس علّت کی وجہ سے پردے میں کچھ نرمی تھی تو آج بھی ہونی چاہیے۔ اس اجازت کی حکمت یہ ہوگی کہ گھر اور کھیت وغیرہ میں کام کاج کرنے میں کوئی تنگی اور دشواری نہیں ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ ایک عورت کو تو اجنبی مرد سے پردہ کرنا چاہیے اور اظہارِ زینت بھی چند مخصوص رشتہ داروں کے سامنے ہونی چاہیے، ان چند لوگوں میں ایک مالکہ کی غلام بھی شامل ہے۔ چنانچہ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ کے ذیل میں مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں الفاظ عام ہیں، جو لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہیں اور اسے لونڈیوں کے لیے خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہذا ایک عورت کا اپنی لونڈی اور اپنے غلام دونوں سے پردہ نہیں ہے۔ یہ رائے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ حضرت ام سلمہ ؓ بعض ائمہ اہلِ بیت ؒ اور امام شافعی ؒ کی ہے۔ ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کا ہر وقت کام کاج میں مشغول رہنے، اور محکوم رہنے کی وجہ سے اس کی ایک خاص محکومانہ ذہنیت بن جاتی تھی اور وہ اپنی مالکہ سے اس قدر مرعوب اور فاصلہ پر ہوتا تھا کہ کوئی فعلِ بد کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اور نیز اگر مالکہ اپنے غلام سے اگر پردہ کرتی تو پھر اس سے خدمت کس طرح لیتی؟

یہ ایک نیا مسئلہ ہے۔ اور ہر نئے مسئلے کو شروع میں کوئی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا اس لیے بہت سارے فتوے بھی سننے پڑھتے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ضرورت کے وقت خنزیر اور کتے کا گوشت حلال ہو سکتا ہے تو کیا ہماری شریعت ان بے بس اور بے کسوں کو پردے میں اتنی بھی چھوٹ نہیں دے گی کہ وہ کچھ کما کر اپنے بچوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا کر سلا دیں؟

اگر جواب نفی میں ہے تو پھر ایک لونڈی کا لباس عام مسلمان عورت کے لباس سے مختلف کیوں تھا؟ کیوں لونڈی انسان نہیں تھی کیا؟ یا آزاد عورت کی عزت عزت ہے اور لونڈی کی کوئی عزت نہیں؟

اگر اندازہ لگایا جائے تو زنا کی صورت میں لونڈی کی حد عام آزاد عورت کی حد کی نصف ہے۔ کیوں؟؟ کیونکہ یہ گھر سے باہر زیادہ رہتی ہے: بازار آنا جانا ہوتا ہے، کھیت میں جانا ہوتا ہے، آقا کی بھیڑ بکریوں کو لیکر جنگل کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ تو اسی وجہ سے اس کو زنا کے مواقع بھی زیادہ میسّر ہوتے ہیں۔ جبکہ آزاد عورت کی حالت یہ نہیں ہوتی۔ وہ اکثر اپنے گھر اور پردے میں رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اس کے لیے تخفیف رکھی ہے۔ کیونکہ یہی ضرورت ہے جس طرح پردے میں ضرورت ہے۔ ورنہ جو عزت و آبرو ایک آزاد عورت کی ہوتی ہے وہی تو ایک لونڈی کی بھی ہوتی ہے۔

اس موضوع پر کچھ ملازمت پیشہ خواتین سے انٹرویو بھی کیا جائے گا جس سے یہ بات اور کھل کر سامنے آجائے گی کہ کیا آج کل کی ورکنگ وومن کی مشابہت لونڈیوں سے جزوی طور پر دینا صحیح ہے یا نہیں۔

# سروے رپورٹ

میں نے کچھ ایسے خواتین کا سروے کیا جو اپنے اصل دائرہ کار "گھر" سے باہر کی دنیا میں آچکے ہیں، اور مختلف جگہوں پر ملازمتیں کرتی ہیں۔ ان سے میں نے کچھ سوالات پوچھ لئے، جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:۔

- کیا یہ جاب آپ اپنی خوشی سے کرتی ہیں یا کسی مجبور کے تحت؟
- بغیر حجاب کے جاب کرنا آپ کے نزدیک اسلامی احکامات کے مطابق ہے یا مخالف؟
- کیا دورانِ ڈیوٹی حجاب میں کوئی تنگی اور مشکل محسوس ہوتی ہے؟
- زمانہ رسالت میں کنیز کے لئے احکاماتِ پردہ میں رعایت کا عصرِ حاضر میں ملازمت پیشہ خواتین کے دورانِ ملازمت پردہ سے تعلق؟

یعنی جس طرح کنیزوں کے لئے پردے میں رعایت تھی کیا وہ رعایت آج ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ دورانِ ملازمت کی جاسکتی ہے یا نہیں۔

نتیجہ:

اسی 80 فیصد خواتین کا جواب تھا کہ وہ جاب کسی نہ کسی مجبور کے تحت کرتی ہیں: یا سرپرست نہیں ہے اگر ہے بھی تو اس کی آمدنی بہت قلیل ہے، جبکہ بیس فیصد خواتین اپنے خوشی سے جاب کرتی ہیں۔ نوے 90 فیصد خواتین کی رائے یہ سامنے آئی کہ بغیر حجاب کے جاب کرنا اسلامی احکامات کے مخالف ہے، پانچ فیصد کی جواب تھا کہ بغیر حجاب کے جاب کرنا آج کل کی ضرورت ہے جبکہ پانچ فی صد کہتے ہیں کہ پتہ نہیں۔ پچاس فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ جاب گھریلو مصروفیات میں رکاوٹ بنتی ہے جبکہ اتنے ہی خواتین کہتے ہیں کہ کوئی مسئلہ نہیں۔ ساٹھ فی صد کا کہنا ہے کہ آج کل کی ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ بھی پردے میں کچھ نہ کچھ رعایت ہونی چاہیے جس سے ان کو جاب کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہو جبکہ چالس فی صد کا کہنا تھا کہ ہم آزاد ہیں اور وہ لونڈیاں تھی اس لئے ہمیں مکمل پردہ کرنا چاہیے۔

# خلاصہ بحث

ملازمت پیشہ خواتین اور ان کے پردے کے حوالے سے سطورِ بالا میں کچھ بحث کی گئی ہے جس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ خواتین کا اپنا اصل دائرہ عمل 'گھر' کو چھوڑ کر باہر نکلنا اسلامی احکامات سے کسی بھی طرح متصادم نہیں ہے جب شریعت کے حدود کا خیال رکھا جائے۔ اس میں تو کوئی دو رائے نہیں کیونکہ صحابیات نے بھی اسی میدان میں قدم رکھا ہے جس کی چند مثالیں اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ اب رہا سوال ان کے دورانِ ملازمت پردے کے حوالے سے تو اس پر بھی میں نے پوری کوشش کی ہے شریعت کی نظر سے اسکو پیش کیا جائے۔

دورانِ ملازمت خواتین کو حتی الامکان پردے کی کوشش کرنی چاہیے جسطرح 90 فیصد خواتین کی رائے بھی سامنے آچکی ہے کہ بغیر حجاب کے جاب کرنا اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔ لیکن ان کا کہنا تھا کہ کچھ ملازمتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں رہتے ہوئے مکمل پردہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے کنیزوں پر احسان کرتے ہوئے ان کے ساتھ پردے میں کچھ رعایت بھی بخشی ہے اس لئے شریعت کے باقی احکامات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ بھی پردے میں کچھ نرمی کی جائے تا کہ یہ دو وقت کی روٹی بآسانی کما سکیں۔ اگر ان کو مکمل پردہ پر مجبور کیا جائے تو شاید وہ یہ نوکری نہیں کر سکیں گی۔

اگر ان خواتین کو کسی ایسی جگہ نوکری ملتی ہے جہاں صرف خواتین ہی خواتین ہوں تو پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے پھر وہ جس طرح چاہیں جاب کر سکتی ہیں لیکن ایسے نصیب والی بہت کم ہوتی ہیں جن کو جاب کے لئے اختلاطِ مردوزن سے پاک صاف ماحول ملے، اگر اس جیسا ماحول کسی کو نہیں ملتی تو وہ مجبوراً ایسے اداروں میں کام کریں گی جہاں اختلاط ہوتا ہے۔

تو اس مخلوط ماحول میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ غیروں کے سامنے بے پردہ ہونے سے محفوظ رہیں۔ اگر مجبوری ہو تو شریعت اجازت دیتی ہے لیکن خواتین کو مردوں کے ساتھ بات کرنے کی صورت میں آواز میں سختی رکھنی چاہیے تا کہ کسی کے دل میں برا خیال نا آجائے، اور ساتھ فضول گپ شپ اور لایعنی باتوں سے پرہیز کیا جائے، مصافحہ کرنے سے گریز کریں۔

اسی طرح اگر شریعت کے دائرے میں رہ کر جاب کی جائے تو اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے بصورت دیگر اسلام اس قسم کی جاب کی قطعاً اجازت نہیں دیتا

ایک اور اہم مسئلہ لونڈی اور آزاد کے پردے کے حوالے سے ہے تو اس میں میری رائے بھی یہ ہے اور سروے کی رپورٹ بھی سامنے آگئی ہے کہ جسطرح کنیزوں کے لئے پردے میں چھوٹ تھی، ان کے ساتھ خاص قسم کی رعایت تھی وہی رعایت آج ان ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ بھی ہونی چاہیے کیونکہ وہاں اگر ان کے ساتھ رعایت کی گئی ہے تو اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ اکثر اوقات میں اپنے آقا کے کاموں میں مشغول رہتی تھی۔ اور بعض کاموں کے لئے باہر نکلتی تھی تو مکمل پردے میں یہ تمام کام کاج ان کے لئے آسان نہیں تھا جیسا کہ یہ قول شیخ الاسلام

امام ابنِ تیمیہ ؒ کا ہے۔لہذا آج کل کی ورکنگ وومن کے لئے دورانِ ڈیوٹی یہی نرمی ہونی چاہیے جو اگرچہ شرعاً ٹھیک نہیں ہے لیکن شریعت محمدی ﷺ میں بہت سی حرام چیزیں ضرورت کے وقت حلال اور جائز ہو جاتی ہے جیسا کہ خنزیر کی گوشت بھوک مٹانے کے لئے،اور کلمہ ءِ کفر قتل کی خوف سے،توجو شریعت ضرورت کے وقت شرکیہ الفاظ کی اجازت دیتا ہے تو وہی شریعت ضرورت کے وقت ایک عورت کے ساتھ پردے میں بھی کچھ نرمی کر سکتی ہے۔

لہذا خواتین کا جاب کے لئے باہر نکلنا،اور مختلف اداروں میں کام کرنا شرعاً جائز ہے۔اور اگر جاب ایسی ہو جس میں مکمل پردہ ممکن نہ ہو تو ضرورت کے وقت پردے کے بعض اعضاء اگر کھل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں البتہ جس طرح میں نے پہلے بھی کہاہے کہ پوری کوشش کرنی چاہیے کہ جاب مکمل پردے میں کی جائے اور غیروں کے سامنے ہاتھ تک ظاہر نہ کیاجائے لیکن اگر ضرورت ہو تو شریعت اس سے منع نہیں کرتا۔

ھذاماعندی واللہ اعلم بالصواب

# مصادر و مراجع

## الکتب العربیہ

- قرآنِ کریم۔
- 1 ابن حجر العسقلانی۔ احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔ المتوفّٰی 854 ) فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ دار نشر الکتب اللاسلامیہ۔1410ھ بمطابق 1981 ۔
- (أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري.. صحيح مسلم---دار الجيل بيروت--
- ـ أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني-- سنن أبي داود-- دار الكتاب العربي . بيروت--2/239)
- امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص۔ احکام القرآن۔ دار الکتاب
- حافظ عماد الدین ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ مکتبہ تعمیرِ انسانیت۔
- محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي۔ صحیح البخاري۔ دار طوق النجاة۔1422ھ
- ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ۔ مستدرک علی الصحیحین للحاکم۔ دار الکتب العلمیۃ ۔بیروت
- أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ)--- المستدرك على الصحيحين---- دار الكتب العلمية – بيروت---1411 – 1990--
- ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني-- سنن ابن ماجه-- دار إحياء الكتب العربية--
- أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي-- السنن الصغرى للنسائي-- مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب
- شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى: 1270هـ--- روح المعاني-- دار الكتب العلمية – بيروت--1415 هـ
- أبو جعفر محمد بن جرير بن يزيدلطبري-- جامع البيان في تأويل القرآن-- مؤسسة الرسالة--1420 هـ – 2000 م

- امام فخر الرلدین رازی۔ تفسیر کبیر۔1998 بمطابق 1418ھ
- ۔علامہ جاراللہ ابو القاسم زمخشری۔ الکشاف۔ مکتبہ العبیکان
- ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔ تفسیر الطبری۔ دار القلم دمشق۔1998)
- ناصرالدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (المتوفى : **685**هـ)-- أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسير البيضاوي--
- مالك بن أنس-- الموطأ--: قَالَ - مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان
- أبو عبد الله أحمد بن حنبل بن هلال-- مسند الإمام أحمد بن حنبل-- ا--مؤسسة الرسالة--**1421** هـ – **2001** م
- أبو بكر أحمد بن عمرو المعروف بالبزار (المتوفى: **292**هـ)-- مسند البزار-- --مكتبة العلوم والحكم--(بدأت **1988**م، وانتهت **2009**م
- ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ دار صادر بیروت۔
- علامہ ابن الاثیر۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت
- المرأۃ فی تصور الاسلامی
- أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد النمري القرطبي (المتوفى: **463**هـ)-- الاستيعاب في معرفة الأصحاب-- -- دار الجيل، بيروت
- (وزارة الأوقاف والشئون الإسلاميةالكويت۔الموسوعة الفقهية الكويتية۔
- أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي ا (المتوفى: **204**هـ)۔ مسند أبي داود الطيالسي۔ دار هجر – مصر۔**1419** هـ – **1999** م
- أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام التميمي السمرقندي (المتوفى: **255**هـ۔ مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي۔ دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية۔ **1412** هـ – **2000** م
- تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى: **728**هـ)--- مجموع الفتاوى--- مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية---**1416**هـ/**1995**م---
- علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: **593**هـ)--- الهداية في شرح بداية المبتدي--- دار احياء التراث العربي – بيروت – لبنان---

- أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: **620**هـ)--- المغني لابن قدامة--- مكتبة القاهرة--- **1388**هـ – **1968**م---
- أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني---مصنف عبد الرزاق--- المكتب الإسلامي – بيروت---
- الامام الحافظ ابي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني--- الآثار لمحمد بن الحسن --- دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان
- وَهْبَة الزُّحَيْلِيّ--- الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ--- دار الفكر – سوريَّة –

اردو کتب:

- ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔پردہ۔اسلامک پبلی کیشنز۔جون 2012
- علامہ زنیاز فتحپوری۔صحابیات۔نفیس اکیڈیمی کراچی۔اپریل 1981۔
- مولاناسیّد جلال الدین عمری۔عورت اسلامی معاشرہ میں۔اسلامک پبلی کیشنز، جنوری 1960۔
- عبدالماجد اردو مترجم۔تاریخ اخلاقِ یورپ۔انجمن ترقی اردو اورنگ آباد۔1932۔
- رابعہ الربأ۔عورت۔مصائب۔وجوہات۔نفسیات۔دعا پبلی کیشنز لاہور۔2005
- عبدالقیوم ندوی۔اسلام اور عورت۔سویر آرٹ پریس۔1952ء
- ایم عبدالرحمان خان۔عورت انسانیّت کے آئینے میں۔شیخ اکیڈیمی بُل روڈ لاہور۔1974۔
- عبدالقیّوم ندوی۔خاتونِ اسلام کا دستورِ حیات۔ادارہ ادبیات نو۔ 1963۔
- ۔محکومیّت نسوان بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں۔
- ۔احمد علی سعید۔عورت اسلام کی نظر میں۔آئینہ ادب انارکلی لاہور۔1976ء
- ۔وحیدالدین خان۔خاتونِ اسلام۔مکتبہ الرسالہ سی 29 نظام الدین ویسٹ نئی دہلی۔1988۔
- ۔مظہر الدین صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم، میٹرو پرنٹرز لاہور، 1986
- ۔مقبوک بیگ بدخشانی، تاریخ ایران، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1971
- ڈاکٹر خالد علوی۔اسلام کا معاشرتی نظام۔الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب۔جون 2005 ۔

- دی سپرٹ آف اسلام۔
- انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا۔
- ۔ندوی، معین الدین، تاریخ اسلام، ناشران قرآن، نیشنل فاؤنڈیشن، لاہور،1948
- منوسمرتی 5/147 بحوالہ اسلام کا معاشرتی نظام۔از ڈاکٹر خالد علوی۔
- منوسمرتی 5/ 147 بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں۔از مولانا سیّد جلال الدین عمری۔
- منوسمرتی۔۔بحوالہ عورت انسانیّت کے آئینے میں۔از ایم عبد الرّحمان خان۔
- ندوی ،شاہ معین الدین، دین رحمت، ایجوکیشن پریس کراچی،1967
- ۔ڈاکٹر ایم ایس ناز۔اسلام میں عورت کی قیادت۔مکتبہ عالیہ لاہور۔1989۔
- ۔ترمذی۔ابواب النکاح۔باب ماجآء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ)
- گستاولی بان، ڈاکٹر تمدن عرب اعظم سٹیم پریس حیدر آباد، دکن،1936 ء
- مولانا محمد ظفیر الدین۔اسلام کا نظامِ عفّت وعصمت۔دار الاشاعت۔مئی 1975۔
- ۔مفتی محمد شفیعؒ۔معارف القرآن۔ادارۃ المعارف۔مارچ1986
- ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔تفہیم القرآن ادارہ ترجمان القرآن۔
- ۔اسلام اور عورت: از سعید احمد۔
- امین احسن اصلاحی۔تدبر قرآن۔فاران فاؤنڈیشن۔فروری1987)
- اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ۔۔از اقبال شام۔۔شریعہ اکیڈمی)
- سید جلال الدین عمری۔عورت اور اسلام۔۔ص:9,10) (بنی اسرائیل 32)
- المرأۃ المسلمۃ از فرید وجدی، مترجم مولانا ابو الکلام آزاد، مسلمان عورت:ص 63)
- انیس الجن۔از میڈم ڈو آفرینوں۔30دسمبر1899ء۔بحوالہ مسلمان عورت:ص 77)
- ابو الکلام آزاد۔مسلمان عورت:ص 69)
- سہ ماہی مجلہ فکر و نظر،اپریل۔جون:1995،شمارہ4،ص 89)۔
- بلاذری:ج1۔ص 324۔بحوالہ پاکستانی معاشرے میں عورت کا معاشی کردار:219)

- ۔(روزنامہ پاکستان:5اگست 2009)
- خواتین:معاشی اختیار اور تعلیم۔از سلیم منصور خالد۔ص85)
- الاختلاط بين الرجال والنساء محرم ومفاسده ظاهرة - إسلام ويب - مركز الفتوى.htm)

- ليس كل اختلاط ممنوع - إسلام ويب - مركز الفتوى.htm)
- عورت،ملازمت،اور قرآن۔اسلام ویب۔Religion Article٪Columns.htm
- یوسف القرضاوی۔فتاوٰی یوسف القرضاوی۔علی سعید۔جون 2012۔ص46...42)